كل شيء هالك الا وجهه

مثنوی عقد گوہر

یعنے

موتیوں کا ہار

جسمیں مثنوی شریف مولنا روم رحمۃ اللہ علیہ کی حکایتوں کا
سلیس اردو منظوم ترجمہ

مترجمہ
خان بہادر پیرزادہ محمد حسین صاحب ایم۔ اے
سی۔ آئی۔ ای۔ سابق سشن جج

جسکو
نذیر حسین و حافظ شریف حسین تاجران کتب نے
حسب اجازت جناب مترجم ممدوح الصدر اپنے
رحمانی پریس دہلی مین طبع کیا

شیخ محمد عثمان پبلشرز بکسیلرز فتح اللہ ...

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قلم سے خطاب

اے قلم اے ترجمانِ راست گو
خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو
عمر کھوتا ہے سیاہ کاری میں تو
آ کھڑا ہو درگہِ باری میں تو
کر وضو منہہ کی سیاہی کو مٹا
پاک ہو کر آ کہ ہے یہ پاک جا
پھر خلوص قلب سے اک سجدہ کر
جانماز صفحہ قرطاس پر
سب سے پہلے شکر کر اس کا ادا
دو زبانیں جس نے کیں تجھ کو عطا
ہر زباں کو تیغ کے جوہر دیے
پاؤں کو روح الامیں کے پر دیے
راست قامت سرو سا بخشا تجھے
تاج آزادی رکھا سر پر ترے
دل دیا شہوات سے خالی مگر
بھر دیے اس میں معانی کے گہر
شکر اس کا چاہیں گر کرنا رقم
یک قلم ہوں وہ قلم فوراً قلم
معترف ہو عجز کا اور باخشوع
عرض کر یوں حق تعالیٰ سے شروع
سر کو لوحِ عجز پر دھرتا ہوں میں
کام جو بندہ کا ہے کرتا ہوں میں

مناجات قلم

یا الٰہی دے توانائی مجھے / کر عطا حق کی شناسائی مجھے
یا الٰہی تر زبانی مجھ کو بخش / راہ میں اپنے روانی مجھ کو بخش
مت چلا مجھ کو رہ نا راست پر / نفس کی شامت سے خود بھولوں اگر
اس شفیع روز محشر کے طفیل / دین اور دنیا کے سرور کے طفیل
انبیا میں بھی نہیں جس کا جواب / رحمت عالم ہوا جس کا خطاب
باعث ایجاد کل - امی لقب / جس سے سیکھا عقل اول نے ادب
ظلم کا دفتر الٹ جس نے دیا / عدل کا بازار پر رونق کیا
بھر دیا توحید سے سارا جہاں / شرک کا چھوڑا نہ عالم میں نشاں
قوم کی اصلاح میں جس نے کبھی / دشمنوں کے ظلم کی پروا نہ کی
جس کی صحبت کا یہ تھا ادنےٰ اثر / دوست دشمن ہو گئے شیر و شکر
جس نے پر اکسیر وہ تعلیم دی / دفعتہً کایا پلٹ دی قوم کی
بے نشاں پھرتے تھے جو صحراؤں میں / تھی نہ جوتی تک بھی جن کے پاؤں میں
جو سمجھتے تھے زرہ پوشی کو عیب / منجنیقیں جن کی تھی تائید غیب
تھیں نہ تلواریں اگرچہ آبدار / تھے مگر دل اور ایماں استوار
جانشین خسرو و قیصر بنے / علم اور تہذیب کے رہبر بنے
تھی کسی کو بھی نہ کچھ پروائے جاں / تھا فدائے راہ حق کا ہر جواں
تھا خلوص دل سے ہر اک بہرہ ور / اسلیے بھاری تھا اک اک لاکھ پر
جس سے پہلے سب کے سب اہل انام / جانتے تھے دردمندی کا نہ کام
اختلاف نسل و مال و رنگ سے / نوع انساں میں پڑے تھے تفرقے

کہہ دیا اسلام نے یکساں ہیں سب   ہے وہی اچھا جسے ہے خوف رب
ہیں برابر جب سے آقا اور غلام   اہل غرب و شرق و چین و زنگ و شام
صدقہ اس کی آل کا اصحاب کا   اور صدقہ اپنے کل احباب کا
عفو کے دامن میں لے مجھ کو چھپا   حشر کی آفات سے یارب بچا
اے خدا جبتک رہے اس دم میں دم   میں رہوں توحید پر ثابت قدم
دست عرفاں میں تری تائید سے   ملک کی خدمت کروں توفیق دے
سوزش عشق قوم میں جلتا رہوں   بہتری میں قوم کی چلتا رہوں

سبب نظم کتاب

کان میرے آشنا بچپن سے تھے   مولوی کے شور سے اور سوز سے
مثنوی مولوی معنوی   ایک مدت شوق سے میں نے پڑھی
دل میرا بے رنگ، رنگوں سے ہوا   سینہ خالی کل امنگوں سے ہوا
صلح کل کا وہ دیا اس نے سبق   اٹھ گئے دل سے اندھیروں کے طبق
اور تعصب سے ہوا جب دور دل   ہو گیا انصاف سے معمور دل
نغز عرفاں ہے مگر یہ مثنوی   مغز قرآں ہے مگر یہہ مثنوی
مثنوی کے وصف کیونکر لکھ سکوں   حیطۂ تحریر سے ہیں وہ فزوں
کیا لکھوں میں مثنوی کے وصف میں   ہیچ ہوگا چاہے ہم کچھ بھی کہیں
عارف جامی نے جو تعریف کی   اس سے بڑھکر ہو نہیں سکتی کوئی
"یہ کتاب اپنا نہیں رکھتی جواب   فارسی بولی میں ہے ام الکتاب"
"گو مصنف اس کا پیمبر نہیں   ہر صحف سے مثنوی کمتر نہیں"
دل میں آیا بعض اس کی برکتیں   عام کردوں میں عوام الناس میں

چھانٹ لوں اس میں سے وہ آساں مقام | بچے بھی اس کو سمجھ لیں اور عوام
چھوڑ دوں وہ سب مضامین بلند | عقل کی پرواز بھی جن میں ہے بند
عالماں و فیلسوفان جہاں | دنگ ہیں سب مثل طفل بے زباں
صوفیاں و عارفان باکمال | معترف ہیں عجز کے بے قیل و قال
اچھے اچھے اہل علم اہل شعور | دوڑتے ہیں پھر بھی رہ جاتے ہیں دور
منتخب کر لوں میں اُن اقوال کو | جن سے منکر کوئی ہو سکتا نہ ہو
سوچتا یہ ایک مدت تک رہا | کیا کروں آخر کو دل نے یہ کہا
نظم کر دے جو حکایت ہو پسند | یہ طریقہ ہے نہایت سود مند
یہ کہا میں نے یہ واضح ہو تجھے | شاعری سے مس نہیں بالکل مجھے
شعر موزوں کا سلیقہ کچھ نہیں | نظم بھی کیا کام آساں ہے کہیں
عمر ہے چالیس سے بھی کچھ سوا | شعر اک موزوں نہیں اب تک کیا
سن کے بولا دل کہ گھبراتا ہے کیوں | دیکھ تو کر کے ۔ موا جاتا ہے کیوں
شکر خالق کر کے ہو احسان مند | طبع ہی موزوں کے دل حکمت پسند
آنکھیں تو نے دیکھی ہیں آزاد کی | طرز نو کی نظم کے استاد کی
نثر جس کی نظم سے موزوں تر | نظم جس کی مفخر اہل ہنر
جب ہوا گم ملک سے ذوق سلیم | نظم میں کی اس نے اصلاح عظیم
یہ بتایا لکھ کے نیرنگ خیال | اس طرح لکھتے ہیں نثر اہل کمال
جمع کر کے شاعروں کے واقعات | قوم مردہ کو دیا آب حیات
کھینچ کر عکس اکبری دربار کا | یہ دیا تاریخ دانوں کو دکھا
ہے مؤرخ کے لئے کیا کیا ضرور | خوبیاں اگلوں میں یہ تھیں یہ قصور
کس طرح تاریخ اور انشا بہم | جمع کر سکتا ہے اک جا دو رقم

ہوں وقائع اُس میں سب دلچسپ اگر — ان سے ہوں الفاظ دل آویز تر
اس طرح طیار کر سکتا ہے شال — صوف گندہ جوڑ کر اک باکمال
کم نصیبی ہے کہ وہ خورشید فن — ہے کسوف مانیا میں ممتحن
استوا پر شمس عقل آیا نہ تھا — حیف اُسے ابر جنوں نے ڈھک لیا
میں سمجھتا ہوں تجھے جو فکر ہے — ذہن تیرا قافیہ میں بکر ہے
سچ ہے یہ۔ آتے نہیں یہ قاعدے — بہرہ ور جب تک نہ ہو استاد سے
کچھ نہیں آتا کتابوں سے فقط — چن کوئی استاد اے۔ برخود غلط
جستجو ہے کیوں تجھے استاد کی — پاس ہے جب میرزا عبد الغنی
کوں بہتر ارشد نقاد سے — جانتا ہے قافیہ کے قاعدے
نظم کر کے کچھ حکایات اے عزیز — اُسکو دکھلا نظم ہے جس کی کنیز
مستند ہے ہند میں جسکی زباں — نقل محفل جسکی ہے طرز بیاں
نظم کے اور قافیہ کے قاعدے — وہ بتا دیگا انہیں ہیں سب تجھے
ہے یہی استاد کا کام اور کمال — جلد دے شاگرد کو رستہ پہ ڈال
اس سے پوشیدہ نہ رکھے کوئی شے — سب مدارج نظم کے کروائے طے
گر کہیں ترکیب اور بندش ہو سست — کر کے بتلائے کہ یوں ہوتی ہے چست
پھر ہے سب اسکے تخیل پر مدار — اور لیاقت پر اسی کے انحصار
فیضِ ہو مولانا کی پہنچے گی مدد — ہو قبول عام حاصل تا ابد
صدق دل سے باخشوع و باخضوع — لیکے نام اللہ کا کر دے شروع
ہو جو کام آغاز اس کے نام پر — پہنچے گا بے شبہ وہ انجام پر

نظم کے شرائط

شرط ہے لیکن کہ آساں ہو کلام — ہو کہیں اغلاق کا اس میں نہ نام

طرز ہو سادہ لغت بھی ہوں سلیس ۔۔۔ ہو بیاں واضح مضامیں ہوں نفیس

جس قدر ہو۔ ہو قلیل اور بادلیل ۔۔۔ اور نہ ہو اتنا بھی وہ ہرگز طویل

رشتہ مطلب ہو گم اشعار میں ۔۔۔ ڈھونڈتے ہی ربط مضموں کو پھریں

اور نہ ہو وہ مختصر بھی اس قدر ۔۔۔ نفس مطلب کا ملے پاؤں نہ سر

ہو زباں وہ بولتے ہیں جس کو سب ۔۔۔ جس سے ہوں مانوس سبکے گوش و لب

روزمرہ ہو مگر ٹکسال کا ۔۔۔ جس میں ہو انگشت رکھنے کی نہ جا

فارسی کی اس میں ترکیبیں ہوں کم ۔۔۔ ہوں نہ کچھ تعقید کے بھی پیچ و خم

ہوں نہ اس میں استعارات بعید ۔۔۔ ہوں نہ الفاظ مرادف اور مزید

نظم کو پھیکی کہیں گے بے ہنر ۔۔۔ بد مذاقوں کی مگر پروا نہ کر

لفظ ہوتے ہیں معانی کا لباس ۔۔۔ سب سے اچھا ہے جو ہے سادہ لباس

داغ اور حالی ہیں اس فن کے امام ۔۔۔ ہیں سلامی جن کے اہل فن تمام

کون اپنے سحر پر نازاں نہیں ۔۔۔ پر کھلانا سانپ کا آساں نہیں

شوخی طرز بیاں ان پر ہے ختم ۔۔۔ سادہ کاری زباں ان پر ہے ختم

سعدی و خسرو کے ہمسر ہیں تو یہ ۔۔۔ نظم اردو کے پیمبر ہیں تو یہ

طرز ان کی دیکھ لفاظی ہے کم ۔۔۔ سادگی اکثر ہے نقاشی ہے کم

تکمیل کتاب

تیرہ سو سولہ کا تھا ماہ صیام ۔۔۔ جب ہوا یہ دفتر حکمت تمام

فکر تھی شایع کروں کس نام سے ۔۔۔ فی البدیہہ یہ کہا دل نے مرے

گوہر حکمت دئے تو نے پرو ۔۔۔ موتیوں کا ہار اس کا نام ہو

دل سے پوچھا میں نے پھر اے بذلہ گو ۔۔۔ ہار یہ کس کے کروں زیب گلو

ہو نہ جب تک یہ کسی کے زیب سر ہے عبث اس کا وجود اے بے خبر
کہہ گئے ہیں یہ مسیح باکمال آگے خنزیروں کے تو موتی نہ ڈال
ہار ڈال اس کے کہ جو ہے مستحق وہ دیا جس نے تجھے پہلا سبق
ہے یہ سب تعلیم کا جس کی اثر ہے یہ سب تلقین کا جس کی ثمر
وہ جنید وقت شبلی زماں اصمعی ہند ارسطوئے جہاں
یعنی وہ اخ مکرم ذو مقام ہے علاء الدین احمد جبکا نام
جس کے ہیں احسان تجھ پر بے حساب نام سے اس کے معنون کر کتاب

حکایت

ایک دن کا ذکر ہے موسیٰ نبی گھر سے نکلے راہ اک جنگل کی لی
راہ میں اُن کو گوالا اک ملا سر سے ننگا پا برہنا تھا کھڑا
دست بستہ با ہزاراں درد و تاب کر رہا تھا اپنے رب سے یوں خطاب
اک ذرا میرے لئے چہرہ تو کھول کر تمنا میری پوری منہ سے بول
بیٹھ آکر میرے آگے ۔ کر کرم ہاتھ تیرے چوموں اور چوموں قدم
تجھکو نہلاؤں کروں تیرا سنگار لوں بلائیں تیری چٹ چٹ بار بار
کمبل اک نیچے بچھاؤں نرم نرم دودھ پھر تجھ کو پلاؤں گرم گرم
قورمہ قلیہ پلاؤں اور پنیر کوفتے مکھن ملائی اور کھیر
لا کے اک اک سامنے تیرے رکھوں خود نوالے میں بنا کے منہ میں دوں
پاؤں میں تیرے دباؤں وقت خواب منہ دھلاؤں صبح کو اُٹھ کر شتاب
جذبہ مستی میں وہ فرخندہ نام کر رہا تھا شوق میں ایسے کلام
سنکے موسیٰ نے کہا اے میری جاں آج کس کا تو بنا ہے میزباں
کس کی خاطر تجھ کو ہے اتنی عزیز مجھ کو بتلا کون ہے وہ باتمیز

بولا وہ رازق ہے میرا اور ترا ‎ ‎ سب کا مالک خالق ہر دوسرا
ہائے موسےٰ نے کہا اے ناصواب ‎ ‎ توبہ کر توبہ خدا اور یہ خطاب
تیرا منہ اور اس سے یہ بے باکیاں ‎ ‎ ہیں ترے دل کی یہ سب ناپاکیاں
کان ہیں اس کے نہ منہ نہ ناک ہے ‎ ‎ کھانے پینے سے وہ بالکل پاک ہے
پاؤں دبوانے کی حاجت کیا اُسے ‎ ‎ دودھ پینے کی ضرورت کیا اسے
مثل اس کے یاں نہیں کوئی بھی شئے ‎ ‎ تو نے یہ جو کچھ کہا سب خبط ہے
قاضی الحاجات اللہ الصمد ‎ ‎ ہے ازل سے اور رہیگا تا ابد
اور سب اسکے سوا محتاج ہیں ‎ ‎ کل فنا ہوں گے جو موجود آج ہیں
سب ہیں بندے اک وہی معبود ہے ‎ ‎ سچ اگر پوچھو وہی موجود ہے
یوں گوالے نے کہا اے مرد حق ‎ ‎ ہے بجا تیری نصیحت اور سبق
کرتا ہوں میں صدق دلسے اعتراف ‎ ‎ تھی خطا تقریر سب کیجے معاف
وحی آئی حضرت موسیٰ کے پاس ‎ ‎ میرے بندے کو کیا تو نے اداس
اسلئے بھیجا تھا تجھ کو اے حبیب ‎ ‎ دور ہیں جو ہے انکو کر قریب
پاس والوں کو ہکانے تو لگا ‎ ‎ خوب لایا فرض کو اپنے ادا
اس کے لفظوں پر گیا تیرا خیال ‎ ‎ تو نے نیت کا نہ رکھا کچھ خیال
ہم کو کچھ پروا نہیں ہے قال کی ‎ ‎ ہے ہمارے ہاں تو پرسش حال کی
دیکھتے ہیں دل کو ہم کہتا ہے کیا ‎ ‎ لفظ شائستہ ہوں یا ہوں ناسزا
شیخ ہو یا طفل نو آموز ہو ‎ ‎ سوز سے مطلب ہے ہم کو سوز ہو
اے نبی آداب دانی اور ہے ‎ ‎ سوز دل درد نہانی اور ہے

نتیجہ

یاد رکھ یہ ہے حدیث معتبر ‎ ‎ پر معانی اور بظاہر مختصر

نیتوں پر ہے عمل کا کل مدار ۔ ہو عبادت یا کوئی ہو اور کار

حکایت ۲

تھا کوئی صیاد بالکل تنگ حال ۔ جا کے جنگل میں بچھایا اس نے جال
پکڑی ایک چڑیا تو چڑیا نے کہا ۔ دیتی ہوں تجھ کو خدا کا واسطہ
آئی ہوں بچوں کو بھوکا چھوڑ کر ۔ خشک ہے ان کا گلو کرنے دے تر
مجھ ضعیف و ناتوان کے گوشت سے ۔ پیٹ تیرا کیا بھرے گا چھوڑ دے
بھیڑ بکری کھائے تو نے سینکڑوں ۔ مرغ سیخوں پر چڑھائے سینکڑوں
جب نہ ان سے بھی بھرا تیرا شکم ۔ مجھ کو کھا کے اشتہا کیا ہوگی کم
چھوڑ دے گا گر مجھے میں تین پند ۔ تجھ کو دونگی ہوں گی تینوں سود مند
ایک تیرے ہاتھ پر بتلاؤں گی ۔ دوسری دیوار پر جب جاؤں گی
تیسری شاخ شجر پر بیٹھ کر ۔ پند کیا ہیں ہیں وہ الماس و گہر
جب سنا صیاد نے اس کا بیاں ۔ پھر بٹھا کر ہاتھ پر بولا کہ ہاں
کہہ وہ کیا ہیں لعل و گوہر بے بہا ۔ تب وہ چڑیا یوں ہوئی نغمہ سرا
پند پہلی ہے میری اے خوردہ بیں ۔ ہو جو انہونی نہ کر اس کا یقیں
اس نے فوراً کہہ کے یہ پرواز کی ۔ بیٹھ کر دیوار پر کہنے لگی
ہو چکی جو بات اوس کا کر نہ ذکر ۔ غم نہ اس کا کر نہ رکھ آئندہ فکر
پھر شرارت سے کہا کھا کر قسم ۔ ایک موتی وزن میں بارہ درم
عرصہ سے ہے پیٹ میں پنہاں مرے ۔ تھا وہ کافی تیری پشتوں کے لئے
شے جو قسمت میں نہو آتی نہیں ۔ ہے نصیبہ میں اگر جاتی نہیں
سنکے یہ صیاد پچھتایا بہت ۔ دل ہی دل میں خون دل کھایا بہت

کہہ رہا تھا ہائے کیسی عقل ہے — یوں گنوائی مفت میں انمول شے
مجھ پہ اس چڑیا نے کیا جادو کیا — ہائے اس کمبخت نے دھوکا دیا
بولی چڑیا پند کو میرے نہ بھول — ہو چکا جو اس کا غم کرنا فضول
دوسری تھی پند میری یا نہیں — ہو جو ناممکن نہ کر اس کا یقیں
اتنی وزنی شے بتا اے بوالعجب — پیٹ میں میرے سما سکتی ہے کب
ہوکے شرمندہ کہا صیاد نے — تو ہے سچی تیسری بھی پند دے
دم ہلائی اور لی ایک جھرجھری — پھر سے چڑیا اڑ گئی کہتی ہوئی
دو کے اوپر کیا عمل تو نے کیا — تیسری کس منہ سے اب ہے پوچھتا

نتیجہ

دل میں احمق کے نہ ہوگا کچھ اثر — کر نہ ضائع تو نصیحت کے گہر
محنت اس پہ کرنی نقش آب ہے — باد در مشت اور سیر خواب ہے
ہے چراغ راہ نابینا یہ پند — کر نہ کوشش کچھ نہ ہوگا سودمند

حکایت ۳

ایک جنگل تھا کسی کہسار میں — لگ کی تھی خاصیت اسکے خار میں
تھا بہ کثرت ہر طرح کا واں شکار — پھرتی تھیں ہرنوں کی ڈاریں بیشمار
بارہ سنگے نیل گائے گورخر — چرتے پھرتے تھے وہاں سب بیخطر
تھا درندہ کا نہ واں نام و نشان — رہتے سب حیوان تھے باامن و اماں
بھولا بھٹکا آگیا واں ایک شیر — آئے اسکو ہوئی تھی تھوڑیسی دیر
ہے چرندوں کی مسلم بزدلی — پڑ گئی فوراً ہی ان میں کھلبلی
خوف سے ملکر گئے وہ شیر پاس — دست بستہ عرض کی لے حق شناس

تو ہمارا بادشہ ہم ہیں غلام — تیری خدمت میں کمر بستہ مدام
چاہیے یہ شاہ کو وہ ایک جا — بیٹھ جائے حکم لائیں ہم بجا
آپ کیوں تکلیف آئے دن بھریں — صید کی تکلیف تک بھی کیوں کریں
خوان شاہی کے لئے صبح و مسا — بھیجدینگے ہم مقرر ناشتا
شیر بولا مجھکو یہ منظور ہے — پر نباہ ہوا اس کو تم سے دور ہے
یک زباں ہوکر کہا اے دادگر — کر توکل قسمت رزاق پر
شیر نے سنکر یہ طنزیہ خطاب — یہ دیا ان کو جواب باصواب
کوئی شے بہتر توکل سے نہیں — اپنے رب پر ہے مجھے کامل یقیں
پر نہیں ہرگز توکل اسکا نام — دست و پا سے کچھ نہ لیں ہم اپنے کام
ہے کفیل رزق بیشک میرا رب — سنت احمد ہے پر فکر سبب
عالم اسباب ہے دنیا تمام — بے سبب روزی کہاں لے مرد خام
بام پر زینہ سے جانا چاہیے — گھر میں دروازہ سے آنا چاہیے
الغرض ان سے ہوا عہد استوار — شیر کے پاس آئیگا اس کا شکار
قرعہ ملکر ڈالتے تھے وہ تمام — قرعہ کے اندر نکلتا جس کا نام
شیر کے کھانے پہ جاتا تھا وہی — اس میں کرتا تھا نہ کوئی کوتہی
شیر بھی کرتا نہ تھا افزوں ہوس — تھا رضامند اتنے ہی حصہ پہ بس
آئی باری ایک دن خرگوش کی — اس نے جانے میں بہت ہی ڈھیل کی
ملکر ان سب نے کہا ایسا نہ کر — عہد کو ہرگز نہ توڑ اے بے خبر
یوں کہا خرگوش نے ہوکر خفا — شیر کو آخر سمجھتا ہوں میں کیا
یہ کہا سب نے کہ لاف اتنی نہ مار — عقل پر اپنی نہ کر کچھ اعتبار
اس کے آگے فیل کا زہرہ ہے آب — تو ہے کیا کیا اصل تیری کیا ہے تاب

منہ تو چھوٹا بات ہے کتنی بڑی — ان بڑے بولوں پہ آتی ہے ہنسی
دل میں جو کچھ ہے ترے تدبیر کار — ہمپہ کرتا کیوں نہیں وہ آشکار
قول پیمبر پہ تو ہو کاربند — مشورہ سے کام کر اے عقلمند
بولا وہ اتنے تو گھبراؤ نہ تم — شیر کے ڈر سے موئے جاؤ نہ تم
پیل و پشہ کی کہانی دوستو — دل میں اپنے یاد کرکے چپ رہو
بعد تھوڑی دیر کے میں جاؤنگا — خاک میں اُس کو ملا کر آؤں گا
بھید کے اظہار میں سو ہیں ضرر — کان ہیں دیوار کے بھی خوف کر
آگیا ہونٹوں پہ جسکے دل کا بھید — زندگی کی پھر نہ رکھے وہ امید
الغرض کرتا تھا یاں خرگوش دیر — آگ ہوتا تھا وہاں غصہ سے شیر
دل میں کہتا تھا یہ سب ہیں نابکار — ان کے قول و فعل کا کیا اعتبار
طیش کے مارے وہ شیر خشمگیں — کاٹتا تھا اپنے دانتوں سے زمیں
سانس تھا پھولا ہوا منہ میں تھی کف — مارتا تھا دم کو ظالم ہر طرف
غیظ کی حالت میں تھا شیر ژیاں — اتنے میں خرگوش جا پہنچا وہاں
ہکا بکا اور گھبرایا ہوا — شیر نے پوچھا بتا تو کیا ہوا
عرض کی شاہنشہ فرخ سیر — تجھپہ ہوں قربان ہم سب جانور
حسب وعدہ خوان شاہی کے لئے — آج بھی خرگوش تھے ہم دو چلے
دیکھتے ہیں ناگہاں رستہ میں کیا — شیر اک بیٹھا ہوا رستہ میں تھا
دیکھکر میں تو گیا پیچھے ٹھٹک — میرے ساتھی کو لیا اس نے لپک
بچ کے وہاں سے راہ لی میں نے طویل — حاضری میں ہو گئی یوں مجھسے ڈھیل
شیر یہ سنکر ہوا غصہ سے لال — ہو گئی سیدھی کھڑی گردن کی بال
پوچھا اُسنے ہے کہاں وہ نابکار — جس نے چھینا راہ میں میرا شکار

مجھ کو ہے اس وقت تک کھانا حرام | میں کروں جبتک نہ کام اسکا تمام
یہ کہا خرگوش نے اس راہ میں | اک کنواں ہے شیر ہے اس چاہ میں
آگے آگے تھا وہ خرگوش دلیر | پیچھے اوسکے چل پڑا فوراہی شیر
من پہ چڑھکر اور کنوئیں میں جھانک کر | گر پڑا خرگوش الٹا پشت پر
پیچھے کیوں ہٹتا ہے پوچھا شیر نے | سچ بتا اب خوف کس کا ہے تجھے
اس نے تتلائی زباں سے یہ کہا | لے بغل میں مجھکو اپنی تو شہا
دیکھہ تو پھر اس کنوئیں میں کون ہے | اور بغل میں دیکھہ اسکی کیا ہے شے
گود میں خرگوش کو لے کر غبی | چلدیا جانب کنوئیں کے وہ جبھی
چاہ میں جھانکا تو عکس آیا نظر | ہو گیا برہم اسے وہ دیکھہ کر
اور کہا خرگوش سے خاموش ہو | بیٹھا ہے موذی لئے خرگوش کو
دیکھہ ابھی اس کو چکھاتا ہوں مزا | اسکی گستاخی کی دیتا ہوں سزا
گود سے خرگوش کو کر کے جدا | سر سے عقل و ہوش کو کر کے جدا
کودا اندر چاہ کے بے خوف و باک | بیوقوفی سے ہوا اپنی ہلاک
کر کے یوں خرگوش دشمن کو خراب | اپنی کوشش میں ہوا جب کامیاب
داد اس کی عقل کی دی قوم نے | آفریں کی ملکے ساری قوم نے
تاج شاہی لائے تا سر پر رکھیں | تھا ارادہ پاؤں پر سب سر رکھیں
یہ کہا خرگوش نے کر کر سلام | ہوں میں خادم بن نہیں سکتا امام
محض اس کے فضل کی تائید تھی | کیا حقیقت ورنہ مجھہ ناچیز کی

نتیجہ

فضل رب کو جان رہبر عقل کا | عقل بھی ہے گرچہ فضل اس کا بڑا

حکایت

ایک طوطا تھا کسی عطار پاس
خوش نوا خوش ادا مردم شناس

سامنے تھا قصہ خوان خوش بیاں
اور غیبت میں نگہباں دکاں

بولتا تھا وہ قفس میں اس طرح
آدمی کرتا ہے باتیں جس طرح

ایک دن مالک گیا تھا اپنے گھر
پاس ہاں طوطا رہا دکان پر

ایک بلی آگئی دکان میں
شیر کا بچہ تھی گویا شان میں

آکے چوہوں کا لگی کرنے شکار
کردیئے ڈھیر اُسنے چوہے مارمار

ڈر گیا بلی کو طوطا دیکھ کر
مرگیا گویا وہ سہما اس قدر

ہوش میں آیا تو ہو کر جاں بلب
توڑ ڈالیں تیلیاں پنجرے کی سب

کر کے ہمت جست کی جب ایکبار
لے کے پنجرہ اُڑ گیا وہ جاں ہار

چند شیشہ روغن بادام کے
تھے قفس کے پاس ہی رکھے ہوئے

ٹھیس لگ کر گر پڑے شیشے تمام
ضرب کا کیا شیشۂ نازک پہ کام

ایک شیشہ بھی نہ وہاں ثابت رہا
روغن بادام کا دریا بہا

بیٹھا آقا گھر سے آکر فرش پر
فرش سب روغن سے پایا تر بتر

جو ہیں شیشوں پر نظر اس کی پڑی
چُور تھے سب تھا نہ ثابت ایک بھی

پھر قفس کو دیکھ کر الٹا ہوا
دل میں حیران رہ گیا یہ کیا ہوا

فکر کی تو یہ ہوا اس پر عیاں
ہیں یہ سب طوطے کی کارستانیاں

دیکھکر طیش آیا اُس کو اس قدر
سر کیا طوطے کا گنجا مار کر

شرم سے یا رنج سے کسطرح
جاننے والے سمجھ لیں جس طرح

گنگ خوش تقریر طوطا بنگیا
طوطی تصویر طوطا بن گیا

یک بیک شیریں بیانی بند ہوئی
یک بہ یک شکر فشانی بند ہوئی

مالک اس کا دل میں پچھتایا بہت
اسکی باتوں کا خیال آیا بہت

میٹھی میٹھی اس کی باتیں یاد کر
نوچتا تھا موئے ریش و موئے سر

کیا کیا میں نے - کہا شرمندہ ہو
کر دیا چپ بولتی تصویر کو

مارتے اس کو نہ ٹوٹے میرے ہاتھ
اے خدا پھر بھی سنا اس منہ سے بات

دیتا تھا خیرات ہر درویش کو
کہتا تھا سائیں دعا ایسی کرو

بول اٹھے تا کہ یہ شیریں زباں
بول اٹھے پھر یہ میرا جادو بیاں

ہر طرح طوطے کا بہلاتا تھا دل
فعل پر اپنے بہت تھا منفعل

طرفہ دکھلاتا تھا تصویریں اسے
تا کسی صورت سے طوطا بول اٹھے

منہ سے طوطا کچھ نہ بولا تین دن
چونچ کو اس نے نہ کھولا تین دن

ایک دن کا ماجرا ہے یہ عجیب
کھل گئے طوطے کے شیدا کے نصیب

وہاں سے گذرا ایک گنجا بانوا
جس کے سر کا تھا چمکتا تامڑا

یہ صدا دی نعرہ حق مار کر
"کر بہلا چاہے بہلا اپنا اگر"

شکل و صورت تھی عجب اس مرد کی
بے تحاشا آئی طوطے کو ہنسی

بانوا سے ہنس کے یہ کی گفتگو
کر یہ عقدہ مجھ پہ ظاہر مو بہ مو

کس طرح گنجوں میں تو داخل ہوا
کس طرح اس بزم میں شامل ہوا

تو نے بھی شیشے کسی عطار کے
توڑ کیا ڈالے تھے ٹھوکر مار کے

مار کھائی تو نے بھی ہے کیا کہیں
نام کو جو بال چندیا پر نہیں

نتیجہ

اولیا کا کر نہ اپنے پر قیاس
تو کہاں اور وہ کہاں اے ناشناس

لکھنے میں بالکل ہیں یکساں شیر شیر
نوعیت میں ہے مگر فرق کثیر

ایک تو انسان کی خوراک ہے
ایک کی انسان بھی خوراک ہے

ہو بہو نرسل ہے مثل نے شکر
ہے کہاں نرسل میں شیرینی مگر

چکھکر اسکو پھینک کیوں دیتے ہیں سب	چاٹتے ہیں نے شکر کے بعد لب

حکایت ۵

پاس دریا کے مگر کچھہ فرق سے	رہ گئے تھے چند برساتی گڑھے
ایک دن صیاد آئے کچھہ وہاں	تین دیکھیں اس گڑھے میں مچھلیاں
خوش ادا خوش رنگ انکو دیکھہ کر	منہ میں صیادوں کے پانی آیا پھر
یوں لگے کہنے کہ کل آئیں گے ہم	جال اک مضبوط سا لائیں گے ہم
صرف گو ہو جائے کل کا دن تمام	پر یہاں چھوڑینگے مچھلی کا نہ نام
مچھلیوں میں ایک مچھلی تھی زکی	دوسری تھی نیم عاقل فطرتی
تیسری تھی احمق اور بر خود غلط	جانتی تھی عاقل اپنے کو فقط
مشورہ عاقل نے ان سب سے کیا	تمنے صیادوں کا کہنا سن لیا
ہے میری تجویز یہ ہم رات بھر	کرکے محنت گرتے پڑتے جلد تر
یاں سے دریا کی طرف جائیں نکل	ورنہ جانو یہ کہ بس آئی اجل
فطرتی بولی سنا میں نے وہ سب	اور وہ بھی جو کہا ہے تم نے اب
پر مری پیارے نبی کا ہے سخن	جزو ہے ایماں کا حب الوطن
میں نہ جاؤں گی وطن کو چھوڑ کر	جان کو بھی ہو اگر میری خطر
سنکے عاقل نے کہا۔ تو کہہ چکی	مجھہ کو بھی معلوم ہے قول نبیؐ
ہے غلط فہمی یہ تیری اے بہن	عارضی پانی کو سمجھی تو ہے وطن
ہے وطن ڈبرا ہمارا اور نہ نہر	ہے وطن اصلی ہمارا موج بحر
بولی احمق بھی کہ میں ایسی نہیں	لے پکڑ صیاد جو مجھہ کو یو ہیں
اتنے پانی میں نہ آؤں گی میں ہاتھ	جانتی ہوں خوب صیادوں کی گھات

چھوڑ ان دونوں کو عاقل چل پڑی
بے خطر دریا کو ڈھونڈھا صبح کی

چل پڑی دریا کی جانب اور کہا
لیس للانسان الا ما سعیٰ

کرنا کوشش فرض ہے انسان کا
ہوتا ہے کوشش میں ہی فضل خدا

جو کوئی کرتا ہے اپنی خود مدد
اس کی کرتا ہے خدا بھی خود مدد

فطرتی مچھلی نے یہہ تدبیر کی
دم لیا گھونٹ اور مردہ بن گئی

اس کو مردہ جان کر صیاد نے
پھینکا ساحل کی طرف ناشاد نے

جست کر کے اس جگہ سے ایکبار
پہنچی دریا میں ۔ ہنسی بے اختیار

تیسری احمق پھنسی جب جال میں
دیکھ کر اپنے تئیں جنجال میں

اپنی خود رائی سے پچھتائی بہت
اپنی نادانی سے شرمائی بہت

ایسی حالت میں وہ کر سکتی تھی کیا
پیٹ کو صیاد کے اس نے بھرا

تشریح

ماہی عاقل تو ہے وہ متقی
جو جیا بے عیب ساری زندگی

کر کے محفوظ آنکھ کو اور کان کو
جس نے قابو کر لیا شیطان کو

نیم عاقل سے غرض ہے وہ جواں
عمر اول کھوئی جس نے رائیگاں

ہوش میں وہ آگیا پھر وقت پر
عاقبت کو کچھ نہ پہنچا یا ضرر

اور مراد احمق سے ہے وہ بیحیا
غرق عصیاں جو بڑھاپے تک رہا

حب الوطن من الایمان

ہے وطن سے کب پیمبر کی مراد
یہ سرائے فانی و جائے فساد

ہے قفس میں جسم کے روح کہن
جنت الفردوس ہے اس کا وطن

گر پڑیں گے جسم کے دیوار و در
اپنے گھر جائے گا قیدی چھوٹ کر

قید میں بھی مومنان پاک دیں
بھولتے اصلی وطن ہرگز نہیں

رہتی ہے ہر دم انہیں یادِ وطن | جانتے دنیا کو ہیں دار المحن

حکایت ۶

سلیمان علیہ السلام اور پرندے

یہ سلیماں نے کہا خدام سے
آج میداں میں کرو خیمے کھڑے

بعد ازاں صادر ہوا حکم حضور
حاضر دربار ہوں سارے طیور

ہر پرندے میں جو ہو ذاتی کمال
وہ بتائے۔ پر رہے سچ کا خیال

حکم کی تعمیل کو بر طائر سب کے سب
ہو گئے حاضر بصد عجز و ادب

قمری اور دراج طوطے اور مور
مینا اور سرخاب ہریل اور چکور

شکرہ جرہ اور شاہیں اور باز
چڑیا کوئل اور کبوتر اور قاز

لال پدڑی اور شتر مرغ اور لوا
کبک چہا نیل اور کرگس اور بیا

فاختہ اور بلبل شیریں سخن
ہدہد اور کھاتی چڑا زاغ اور زغن

لق لق اور چمچپڑی اور عقاب
آئے جو تھے بے شمار اور بےحساب

کوئی دلدل کوئی ریگستان سے
کوئی جنگل اور کوئی میدان سے

شہر سے کوئی کوئی کہسار سے
کوئی دریا سے کوئی گلزار سے

الغرض ہر سمت سے آتے تھے وہ
بار اس دربار میں پاتے تھے وہ

کہتے ہیں تھا یہ سلیماں میں کمال
جانتے تھے طائروں کی بول چال

جانتے تھے ہر پرندے کی زباں
اس لیے تھے سب پرندے شادماں

ہم زبانی بھی ہے اک الفت کا دام
دو دلوں کو جو بناتی ہے غلام

لاکھ مل بیٹھیں زباں کے اجنبی
اتحاد نہیں نہیں ہوتا کبھی

ہم زبانی سے بہم کھنچتے ہیں دل
باوجود تفرقہ جاتے ہیں مل

ہو زبانوں کا تخالف گر بہم
دل میں کچھہ ہوتی ہے وحشت بیش و کم

اتفاقاً یہ اگر بیٹھیں بھی پاس
پھر بھی آپس رہیں گے ناشناس

ان میں پڑ جائے اگر کچھہ اختلاف
ہے یہ ناممکن کہ دل ان کے ہوں صاف

ہر پرندے سے کیا اس نے سوال
کر بیاں سب یہ تجھہ میں ہیں جو جو کمال

نوبت ہدہد جو آئی یہہ کہا
عرض میری غور سے سُنئے شہا

اک ہنر مجھہ میں ہے وہ کمیاب ہے
آگے اس کے ہر ہنر بے آب ہے

عرض میں کرتا ہوں کیا ہے وہ ہنر
دوربیں ہے اس قدر میری نظر

دیکھتا پانی کو ہوں زیر زمیں
یہ بتا دوں ہے بھی پانی یا نہیں

کس قدر ہے دور اور کیا رنگ ہے
منبع اس کا خاک ہے یا سنگ ہے

زور کی ہے سوت یا کمزور ہے
تلخ ہے شیریں ہے یا وہ شور ہے

مجھہ کو رکھئے ساتھہ لشکر میں مدام
دیکھئے پھر کس قدر آتا ہوں کام

جب سنا کوّے نے ہدہد کا کلام
کوئلہ جلکر ہوا وہ مشک فام

آگے بڑھہ کر کی یہ اسنے التجا
یا نبی مجھہ کو اجازت ہو ذرا

یہ جو کچھہ ہدہد نے کی لاف وگزاف
میں دلائل سے اڑا دیتا ہوں صاف

واقعی یہہ دوربیں ہوتا اگر
کیا نہ آتا اس کو پھندا بھی نظر

کیوں یہ پھنستا جال میں صیاد کے
رونے روتا کیوں یہ پھر بیداد کے

کیوں قفس میں بند ہوتا اسطرح
اور ہوتے ہیں پرندے جس طرح

جھوٹ بولا یہ جو اب سرکار میں
لائق تعزیر ہے ۔ دربار میں

زاغ کا یہ اعتراض بادلیل
مان سب فوراً گئے بے قال و قیل

کی ملامت سب نے ہدہد کو وہیں
ہے تو چھوٹا شرم کچھہ تجھہ میں نہیں

اور سلیماں نے کہا اے بدلگام
جھوٹ بولا تونے بیشک لاکلام

ہے شکوہ و شان شاہی کے خلاف ۔۔۔ بادشاہ کے سامنے لاف و گزاف
سرکو ہدہد نے جھکا کر عرض کی ۔۔۔ اے بنی شاہنشہ جن و پری
قول دشمن کا نہ کیجیے اعتبار ۔۔۔ امتحان بندہ کا لیجے لاکھ بار
قول میرا جھوٹ ہو گر بال بھر ۔۔۔ بس اڑا دیجے ابھی تن پر سے سر
اعتراض اسکا بظاہر ہے صحیح ۔۔۔ پر نہ سوجھا اس کو یہ امر صریح
گر قضا اندھا کرے کس کی مجال ۔۔۔ جو دکھائے مجھ کو پھندہ اور جال

فائدہ

تقدیر اور تدبیر

مسئلہ تقدیر اور تدبیر کا ۔۔۔ ہے بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا
اک نئے اسلوب سے آساں ہے جب ۔۔۔ میں بتاتا ہوں ہمہ تن گوش ہوا
رہتا ہے ناکام گر عاقل کبھی ۔۔۔ گو نہیں تدبیر میں کرتا کمی
ہے دلاتا حق تعالیٰ یاد اسے ۔۔۔ اور اک طاقت ہے برتر عقل سے
عقل کل یا طاقت اعلیٰ کہو ۔۔۔ کوئی بھی ہو نام اس کا یا نہ ہو
ہو جو اکثر خلق کے حق میں مفید ۔۔۔ وہ وہی کرتی ہے عالم میں پدید
برخلاف اسکے میری عقل اور تری ۔۔۔ اپنی اپنی سوچتی ہے بہتری
طاقت اعلیٰ کی جو تدبیر ہے ۔۔۔ ہے وہی قسمت وہی تقدیر ہے
اک طرف تو ہے خدا کا بندوبست ۔۔۔ دوسری جانب تیری تدبیر پست
کر ذرا فکر و تامل غور سے ۔۔۔ غالب آسکتی ہے وہ کس طور سے
قول یہ سنکر اگر تو یہ کرے ۔۔۔ بیٹھ جائے ہاتھ پانو توڑ کے
عقل جب کرتی ہے سب کا انتظام ۔۔۔ عقل ہے اپنی عبث کیوں لوں میں کام
تیری ناشکری ہے اے نادان ہے ۔۔۔ عقل بھی اک زیور انسان ہے

عقل ہے نور الہی کی شعاع ہے گنہ۔ اس سے نکرنا انتفاع
عقل جتنی کی تجھے حق نے عطا کر مطابق اسکے کوشش بے خطا
سعی کرنا ہے فقط انساں کا کام ہے خدا کے ہاتھ میں کرنا تمام
آج کل ایسے ہیں جاہل بیشتر زور دے کر جو فقط تقدیر پر
کرتے ہیں تعلیم بالکل بیکسی کرتے ہیں تحقیر وہ تدبیر کی
ہے نہیں نزدیک ان کے یہ بشر پتھر اور حیواں سے مختار تر
رکھتے ہیں ناداں توکل اسکا نام کرتے ہیں توحید کو اسیر تمام

تنبیہ

ہے توکل یہ نہ یہ توحید ہے زندقہ اور کفر کی تائید ہے
یہ رضا ہے اور نہ یہ تسلیم ہے اور نہ یہ اسلام کی تعلیم ہے
زہر سے بھی ہے اثر اس کا برا ہے طریقہ یہ بہر نہایت پرخطا
منکر تقدیر بھی اچھا نہیں ہے طریقہ اس کا فاسد بالیقیں
منکر تدبیر ہے بد تر مگر ہے عقیدہ اس کا بد۔ بدتر اثر
رہتا ہے دنیا میں وہ خستہ خراب سہتا ہے ہر روز تکلیف اور عذاب
الغرض تعلیم ہے یہ خوفناک لاکھ کے گھر کو بنا دیتی ہے خاک
توڑ دیتی ہے یہ ہمت کی کمر شرمناک افلاس ہے اس کا ثمر
اہل ہمت قوم میں رہتے نہیں اہل صنعت قوم میں رہتے نہیں
چھوڑ جاتے اس کو ہیں علم و کمال چھوڑ جاتے اسکو ہیں مال و منال
بڑھتے ہیں کثرت سے مدبر اور شقی جڑ اکھڑ جاتی ہے یوں تہذیب کی
جس جگہ کل تھی تمدن کی بہار آج آتے ہیں نظر وحشت کے خار
خانقاہیں زہد کی خلوت سرا بنگئی ہیں سینکڑوں بیت الخلا

بنگئی ہیں مسجدیں بالکل کھنڈر / باندھتے ہیں مدرسوں میں گاؤ خر
جو کوئی ان احمقوں کا دیگا ساتھ / دین اور دنیا سے دھو بیٹھے گا ہاتھ
رکھو ایسے جاہلوں سے کچھ نہ کام / ہم کو ہے فاروق سا کافی امام
وہ امام باہدا اس امر میں / اس طرح تعلیم کرتا ہے ہمیں

حکایت

فاروق اور متوکل

آئے یثرب میں یمن کے چند مرد / تھا توکل میں ہر اک انمیں سے فرد
جب گئے فاروق کو کرنے سلام / آپ نے پوچھا کہ کیا کرتے ہو کام
بولے ہم کرتے نہیں کوئی بھی کار / ہے توکل پر یہاں توکل مدار
سنکے یہ فاروق نے فوراً کہا / یہ بھی کوئی کام ہے تعریف کا
مفت خورے کیوں نہیں کہتے کہ ہو / بوجھ اپنا ڈالتے اوروں پہ ہو
جاں کھپاتا ہے کوئی کھاتے ہو تم / اور توکل اس کو بتلاتے ہو تم
میں بتاتا ہوں توکل کیا ہے چیز / کون کرتا ہے توکل اے عزیز
کشت کاروں سے توکل کا سبق / چاہئے لینا تمہیں مردان حق
ڈال کر دانہ فقط امید پر / رب پہ رکھتا ہے نظر جو سال بھر
یا توکل ہے تو اس تاجر کا ہے / جو خدا کو سونپ کر لاکھوں کی شے
موج دریا پہ ہے کشتی چھوڑتا / بیم طوفاں سے نہیں منہ موڑتا

فائدہ

ایک عاقل کی کہیں فریاد پر / مصطفےٰ نے یہ کہا للکار کر
اونٹ کو اپنے نہ چھوڑا کر کھلا / پاؤں باندھا کر توکل بر خدا

حکایت

سنار اور بڑھیا

اک سنار اپنی دکاں پر وقت شام
کر رہا تھا دل لگا کر خوب کام

آئی اک بڑہیا ضعیف و تواں
آ کے بیٹھی اور کہا اے میری جان

دے ترازو تولنا ہے مجھ کو زر
میں ابھی دیتی ہوں واپس تول کر

یہ جواب اس نے دیا کھا کر قسم
کام چھلنی سے مجھے پڑتا ہے کم

بولی بڑہیا مجھ کو کانٹا چاہیے
کچھ نہیں حاجت ہے چھلنی کی مجھے

پھر کہا زرگر نے اماں کر یقیں
جھاڑو میرے پاس واللہ ہے نہیں

یہ کہا بڑہیا نے بن جا آدمی
مجھ ضعیفہ سے ہے کیوں کرتا ہنسی

کر شرارت بس نہ مجھ سے اے شریر
ڈر خدا سے وہ ہے قادر اور قدیر

مجھ کو اب کردے توانا اور چست
اور بنا دے تجھ کو فرتوت اور سست

تو اگر سنتا ہے اونچا کان سے
لے یہ میں کہتی ہوں پھر للکار کے

چھلنی اور جھاڑو ہیں دونو میرے پاس
چاہیے کانٹا مجھے اے ناشناس

بولا زرگر کام اپنا چھوڑ کر
مجھتی ہوں میں نہ میں ہوں فتنہ گر

ہیں طلا کے ریزے پڑیا مس تری
ہاتھ میں رعشہ نظر میں ہے کمی

چونکہ ہے اعصاب میں تیرے فتور
چند ریزے گر پڑینگے بالضرور

جھاڑو اور چھلنی کرے گی تو طلب
آئیگا مجھ پر یہ ناحق کا غضب

کام اپنا چھوڑ کر جب جاؤں گا
ڈھونڈہ کر ان کو کہیں سے لاؤنگا

یہ بکھیڑا مجھ کو آتا ہے نظر
اس لئے بچتا ہوں مجھ پر رحم کر

میں جو کہتا ہوں نہیں اسمیں خلاف
جائیے اماں مجھے کیجے معاف

نتیجہ

کام سے پہلے ہے لازم سوچنا | یہہ کہ ہے اس کام کا انجام کیا

حکایت ۹

ریچھہ اور ایک نوجوان

ریچھہ کو ایک اژدہا منہ میں لئے | جا رہا تھا جانب اپنے غار کے
شور تب اس ریچھہ نے ایسا کیا | دشت وہ اس نے لیا سر پر اٹھا
کرتا ہے مظلوم اگر شور و شغب | اس کو سن پاتا ہے مرد نیک جب
شکل میں وہ ۔ رحمت حق کی وہاں | جا پہنچتا ہے نہ ہو رستہ جہاں
رفع جب تک ظلم وہ ہوتا نہیں | چین سے یہہ مرد حق سوتا نہیں
ریچھہ کے سمجھو کہ تھے اچھے نصیب | ایک تنہا مرد مسلماں وہاں قریب
آگیا رحم اس کو اس مظلوم پر | کی نہ کچھہ اعمال پر اس کی نظر
عقل سے ایسی کوئی تدبیر کی | اژدہے سے جاں بچائی ریچھہ کی
ریچھہ نے احسان مانا اس قدر | ہو لیا ساتھ اسکے جنگل چھوڑ کر
ناخریدہ بن گیا اس کا غلام | رہتا تھا خدمت میں مثل سگ مدام
رات کو سوتا جواں جب بے خبر | پہرہ دیتا ریچھہ تا وقت سحر
یہ کسی نے دیکھہ کر اس سے کہا | تیرا اور اس ریچھہ کا رشتہ ہے کیا
نوجواں نے قصہ کل کرکے بیاں | یہ کہا یہ ہے ہماری داستاں
درمیاں اک رشتۂ احسان ہے | ورنہ میں انسان یہ حیوان ہے
اس نے سمجھایا کہ اے مرد غنی | دی خدا نے کچھہ تجھے ہے عقل بھی
اس بلا کو اپنے سر سے دفع کر | ہو جو ناجنس اس سے لازم ہے حذر

نوجواں وہ چونکہ تھا بدظن اشد — بولا کیوں کرتے ہو اے حضرت حسد
ظاہرا مقصد یہہ آتا ہے نظر — چاہتے ہو اس کو لینا تم مگر
سن کے اس سے یہ جواب ناسزا — مرد وہ لاحول پڑھ کر چلدیا
ایک دن جنگل میں سوتا تھا جواں — ریچھ بیٹھا جھل رہا تھا مکھیاں
ایک مکھی تھی ہٹیلی نابکار — ریچھ نے اس کو ہٹایا بار بار
ایکدم وہ گر چلی جاتی کہیں — آتی تھی بے شرم ہر پھر کر وہیں
منہ سے اپنے دور کرتا تھا اسے — اور کبھی پنجہ سے کرتا تھا پرے
دق ہوا ریچھ اور ہوکر خشمگیں — اک بڑا پتھر اٹھا لایا کہیں
تاک کر مکھی پہ مارا سنگ جب — تھی تمیز دوست دشمن اس کو کب
زخمی ایسا اس جوان کا سر ہوا — صدمہ سے اسکے نہ وہ جاں بر ہوا

نتیجہ

دوست ہوں ناداں جسکے کہ یقیں — دشمنوں کی اس حاجت کچھ نہیں

حکایت ۱

تاجر اور طوطا

اگلے وقتوں میں کہیں تاجر تھا ایک — سادہ دل تھا ظاہرا اور باطن میں نیک
پاس اس کے ایک طوطا تھا عجیب — تھیں ادائیں اس کی انسان کے قریب
خوش بیان و خوش مذاق و خوش لقا — تر زبان و تر دماغ و خوش نوا
خوشنما تھا اس قدر وہ بذلہ سنج — دیکھ کر اس کو کھڑا رہتا نہ رنج
شرق میں تاجر گیا تھا ایک بار — لگ گیا تھا ہاتھ وہاں یہ غمگسار
پھر کیا جب شرق کا عزم سفر — پوچھا ہر ایک دوست سے اے خوش سیر

لاؤں میں تیرے واسطے سوغات کیا
جو تجھے درکار ہو وہ دے بتا
تھی ضرورت جس کسی شے کی جسے
بے تکلف اس نے لکھوادی اسے
پوچھا طوطے سے کہ اے شیریں بیاں
لاؤں تیرے واسطے کیا ارمغاں
عرض کی اس نے فلاں دریا کے پاس
اک رمنا ہے نہایت پربہار
چشمہ اک پائیگا تو واں راہ پر
آئیگا جھنڈ ایک طوطوں کا نظر
میری جانب سے انہیں کہنا سلام
اور یہ دینا انہیں میرا پیام
وہ فلاں طوطا تمہارا ہم قفس
اک جگہ ہے قیدی کنج قفس
وہ تمھارا ہم نوا و ہم نشین
حیف تم کو کچھ خبر اس کی نہیں
آپ تم شاخوں پہ جھولو واہ واہ
اور اس بچھڑے کو بھولو واہ واہ
آپ تم سبزہ پہ لوٹو شاد شاد
اوس بدیسی کی نہ لاؤ دلمیں یاد
باغ میں تم سب کا دل ہو باغ باغ
ہجر میں کم بخت ہو وہ داغ داغ
وہ وہاں پنجرے میں یوں تڑپا کرے
اور آزادی کے تم لوٹو مزے
ایسا چارہ اس کو بتلاؤ کوئی
مل سکے وہ تم سے پھر بھی جیتے جی
تھا یہ تاجر سادہ دل اور بے ریا
خالی اس کا اسطرف سے ذہن تھا
تاڑتا ورنہ غرض عیار کی
جان جاتا چال اس مکار کی
سمجھا وہ یہ شوق کا اظہار ہے
اس کو ہجراں کا فقط آزار ہے
ورنہ وہ طوطے ہزاروں کوس ہے
کیا مدد پہنچائیں گے آخر اسے
الغرض وہ تاجر فرخندہ پے
منزلیں جب کر چکا چالیس طے
جس جگہ کا تھا دیا اس کو نشان
جھنڈ طوطوں کا نظر آیا وہاں
روک کر اس جا پہ اسپ تیز گام
اپنے طوطے کا دیا ان کو پیام
لفظ لفظ اس نے کیا اس کا ادا
سن کر اس کو طوطا اک نیچے گرا

دیکھا جب اس کو اٹھا کر۔ دفعتاً
ہو گیا تھا سرد و سخت اس کا بدن

نیک دل تاجر نے جب دیکھا یہ حال
دل میں شرمندہ ہوا اپنے کمال

یوں کیا اپنی زباں سے پھر خطاب
اے زباں کیا حشر میں دیگا جواب

اے زباں تو نے کیا مجھ کو خجل
کاٹ ڈالوں تجھ کو یہ کہتا ہے دل

سنگ اور چقماق ہیں تجھ میں بہم
مخزن آتش ہے تو کان الم

آگ پانی میں لگا دیتی ہے۔ لو
کام اس پر تیل کا دیتی ہے تو

تیرے اے ظالم عجب نیرنگ ہیں
تیرے کرتوتوں سے ہم سب دنگ ہیں

رستموں کو پل میں کر لیتی ہے زیر
اور روبہ کو بنا دیتی ہے شیر

تیرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے جنگ
دل اقارب کے بنا دیتی ہے سنگ

تیغ سے بھی کاٹ تیری تیز ہے
اور انی سے طعن درد انگیز ہے

ہفتہ میں آتا ہے بھر زخم سناں
پر کبھی بھرتا نہیں زخم زباں

کر کے تاجر وہ سفر اپنا تمام
واپس آیا اپنے گھر وہ شاد کام

جس نے جو تحفہ کہا تھا لکھوا دیا
دے کر اس کو بوجھ سے ہلکا ہوا

پوچھ بیٹھا طوطی شیریں زباں
حضرت من تحفہ میرا ہے کہاں

منتظر ہوں اب بتا دیجے شتاب
کیا ملا پیغام کا میرے جواب

ہو گیا خاموش سنکر یہ سوال
چاہتا تھا دے اسے باتوں میں ٹال

جب کیا اصرار طوطے نے مگر
یہ جواب اس کو دیا با چشم تر

جو ہیں طوطوں نے سنا تیرا پیغام
ہائے واویلا لگے کرنے تمام

اک نے ان میں سے لیکر جھرجھری
گر گیا اور گر کے فوراً جان دی

کیوں دیا پیغام تیرا ہوں خجل
یاد کرتا ہوں تو بھر آتا ہے دل

جب سنا طوطے نے آقا کا جواب
حالت اس کی ہو گئی فوراً خراب

تڑپا وہ پنجرے میں تھوڑی دیر تک
گر پڑا پھر مثل مردہ یک بیک

دیکھکر آقا نے طوطے کا یہ حال
رنج و غم دل میں کیا اپنے کمال

سر سے پگڑی پھینک کر رونے لگا
اوس کے ماتم میں کیا محشر بپا

اور طوطے سے کہا اے ہمراز یار
چھوڑا کیوں تو نے مجھے یوں خوار و زار

جب تو میرے پاس تھا اے خوشنوا
جانتا تھا آپ کو میں بادشا

آگیا مرنے کا اوس کے جب یقیں
دل سے نکلی اوس کے اک آہ حزیں

پھینکی اوس کی لاش پنجرہ سے نکال
چارپائی پر گرا ہو کے نڈھال

غم میں اوس کے رو رہا تھا زار زار
گوہر تر تھے گلے کا اس کے ہار

جھرجھری طوطے نے لی اک ناگہاں
اور کی پرواز سوئے آسماں

شاخ پر بیٹھا۔ ہلائی خوب دم
اور کہا تاجر سے کچھ سمجھے ہو تم

شرق میں طوطا موا ہرگز نہیں
تھا فریب اوس کا وہ زندہ ہے وہیں

مر کر اسنے یہ بتایا تھا مجھے
قید میں ڈالا تجھے ہے نطق نے

کر بہانہ موت کا آزاد ہو
ہونے دے آقا اگر ناشاد ہو

الوداع اے محسن والانژاد
ہیں ترے احسان اس بندہ کو یاد

جائیو میری اداؤں کو نہ بھول
جائیو میری وفاؤں کو نہ بھول

یاد رکھنا پر نصیحت یہ مری
ہے اگر درکار اپنے بہتری

ہر طرح کا تجھ پہ ہو گر فضل رب
ایک آزادی نہیں ہے ہیچ سب

ہیچ لعنت چین اور آرام پر
گر نہیں آزاد تو اور بے خطر

ہو اگر زریں گلے میں تیرے طوق
چھوڑ ہرگز پر نہ آزادی کا شوق

گرچہ ہے آقا ترا شاہ شہاں
باپ سے بھی ہو زیادہ گر مہرباں

ہے مگر داغ غلامی پھر بھی عار
کرکے چارہ اس کو دے ہو شرمسار

اپنے رب العالمیں کا رہ غلام　　زیبا آقائی کو ہے اوسکا ہی نام

موتوا قبل ان تموتوا

خاک میں ملنے سے پہلے خاک ہو　　منکسر مثل مسیح پاک ہو
زندہ تا تجھہ کو کرے روح القدس　　نور سے تجھہ کو بھرے روح القدس
موت سے مطلب یہاں پر ہے نیاز　　ترک عیش و کسر نفس و ترک آز
گر لگے دن رات ساون کی جھڑی　　گھاس پتھر پر کبھی اگتی نہیں
خاک کا تودہ پر اسکے فیض سے　　غیرت فردوس پھولوں سے بنے
تو رہا غفلت سے ساری عمر سنگ　　خاک بنکر دیکھہ کیا آتا ہے رنگ

حکایت ١١

باغبان اور چور

تاڑتا پھرتا تھا اک دن باغباں　　اس کے پھل کا کون کرتا ہے زیاں
اتفاقاً پڑ گئی اوسکی نظر　　آدمی ہیں تین کھاتے ہیں ثمر
غور سے دیکھا تو پہچانا انہیں　　پھر کہا دلمیں سمجھتا ہوں تمہیں
شہر کے قاضی کا اک فرزند تھا　　سیدوں کا دوسرا دلبند تھا
ایک صوفی بھی وہاں تھے خوش یقین　　تیسرا تھا ان کا سجادہ نشین
بے حیا یہ ہیں کٹے سب کے سب　　باغباں تنہا تھا لڑسکتا تھا کب
فکر کی دل میں کہ حیلہ کیجئے　　انتقام ان دشمنوں سے لیجئے
مرحبا کہہ کر کہا خوش آمدید　　اور مجرے میں جھکا مانند بید
یہ کہا میرے نصیب ایسے کہاں　　جو قدم آویں بزرگوں کے یہاں
صوفی زادہ سے کہا اے باصفا　　جا کے میرے گھر سے لے آ بوریا

صوفی زادہ بوریا لینے گیا — اس کی غیبت میں یہ دونوں سے کہا
ہے تمہارا حق مسلمانوں پہ عام — تم ہو آقا ہم رعیت ہیں تمام
اصل کیا اس صوفی بدذات کی — شاہزادوں کی کرے یہ ہمسری
ہے خدائے پاک کی مجھ کو قسم — تم اگر دونوں کرو مجھ پہ کرم
باغ میں آؤ قدم رنجہ کرو — میری آنکھوں پر قدم اپنے دھرو
کھاؤ میوے ڈنڈ پیلو باغ میں — کھیلو کودو۔ ناچو گاؤ باغ میں
یہ گراں گذرے نہ مجھ پہ ذرہ بھر — فخر سمجھوں خدمت شام و سحر
خوش ہوئے احمق یہ فقرے جب سنے — بھول کر کپہ خوشامد سے بنے
باغباں تقدیر یاور دیکھ کر — دیکھ کر تدبیر کو یوں کارگر
صوفی زادے کے گیا پیچھے جبھی — کندی اس کی خوب گھر میں اپنے کی
پٹتے پٹتے ہو گیا جب نیم جاں — طنزیہ اوس سے کہا خندہ کناں
مال کھانا غیر کا یوں اے دنی — ہے تجھے تعلیم یہ کس شیخ کی
ہے عوارف یا کہ احیا میں پڑھا — یا رسالہ میں قشیری نے لکھا
اس کے نالائق جو دونو یار تھے — ہو گئے منہ موڑ کر اس سے کھڑے
صوفی زادہ نے کہا للکار کر — تاکہ ہو ان احمقوں پر کچھ اثر
پیش آئی ہے تمہیں بھی سب یہاں — مجھ پہ جو گذری ہیں اس دم سختیاں
فارغ اس سے ہو چکا جب باغباں — واپس آیا جلد جلد اور شادماں
ساتھ لایا گھر سے اپنے اک دری — اوں کو بٹھلایا تو اضع خوب کی
پھر کہا سید سے جا تو میرے گھر — وہاں سے لا تیار کھانا ہو اگر
جب اکیلا رہ گیا قاضی کا پوت — باغباں پر چڑھ گیا غصہ کا بھوت
جو نہ کہنا تھا کہا وہ سخت و سست — خوب لاٹھی سے کیا اسکو درست

اس سے پوچھا کون سی ہے وہ کتاب	غصب کرنا جو بتاتی ہے ثواب
مارکر کہتا تھا وہ یہ طنز سے	دے ہدایہ سے جواب اور کتر سے
ہوکے فارغ پھر گیا سوے مکاں	جا سنبھالا میر صاحب کو وہاں
جاکے پوچھا میر صاحب ایک بات	پوچھتا ہوں آپ ہیں والاصفات
باپ دادا کیا تمہارے چور تھے ؟	لوٹتے تھے خلق کو کیا زور سے
لاجرم فرماؤگے توبہ کرو	اون بزرگوں پر نہ تم تہمت دہرو
یہ درست اس میں نہیں جائے مقال	بعد اسکے ہے مگر میرا سوال
کس سے پائی آپ نے میراث یہ	جانتے ہیں جس کو بدہر یہ وہ کہہ
ہے ادا کیا سیدوں کو یہ ستم	مال کھائیں غیر کا بے خوف و غم
غابر و مزبور بتلاتے ہیں یہ	یا علوم صدر سکھلاتے ہیں یہ
خلق کہتی ہے تمہیں حاجت روا	تم کو ہے ظلم و تعدی کب روا
لوٹ پر باندھی ہے تمنے کیوں کمر	کیوں خدا سے ہوگئے ایسے نڈر
ہوگیا سید کا بٹیا لاجواب	دل ہی دل میں کھایا اسنے پیچ و تاب
اوس کے ایک مچی لگائی پشت پر	باغ سے باہر کیا کان اینٹھ کر

نتیجہ (۱)

دوستوں کے حق میں دشمن کا سخن	دوست گر دور کار ہیں ہرگز نہ سن

نتیجہ (۲)

ہے یہ انگریزوں کی ایک ضرب المثل	جس پہ کرتے ہیں ہمیشہ وہ عمل
دشمنوں کو زیر کرنا ہو اگر ؛؛	؛؛ تفرقہ ڈال اونیں اور مغلوب کر

حکایت ۱۲

اعرابی اور اس کی جورو

ایک خلیفہ تھا کوئی بغداد میں / شہرۂ آفاق عقل و داد میں
دولت اور داد و دہش میں بے بدل / اور شکوہ و شان میں ضرب المثل
تھے طریقے جود کے اس کے نئے / فقر اور حاجت جہاں سے اٹھ گئے
ابر رحمت اس کو کہتے تھے تمام / کوئی بھی لیتا نہ تھا حاتم کا نام
آرزو پاتے تھے اپنی شیخ و شاب / قبلہ حاجات تھی اس کی جناب
آب حیواں تھا وہ دریائے کرم / نو بنو تھے فیض جاری دمبدم
کیا عجم کیا ترک کیا روم و عرب / بہرہ ور اس کی سخا سے سب کے سب
ایک اعرابی کی عورت نے کہا / اپنے شوہر سے کہ اے مرد خدا
آج ہے حالت ہماری سب سے پست / کون ہوگا ہم سے بڑھکر تنگدست
اس قدر گھیرا ہمیں افلاس نے / اس قدر غلبہ کیا ہے یاس نے
چیتھڑا اک نام کو تن پر نہیں / خاک بھی کھانے کو اپنے گھر نہیں
چاند کی ٹکیا کو روٹی جان کر / ہاتھ پھیلاتے ہیں بچے بے خبر
خویش و بیگانے ہیں ہم سے بھاگتے / کیوں نہیں مقسوم اپنے جاگتے
اس طرح کب تک جئیں زار و نزار / یہ بھی ہے جینا کوئی اے غمگسار
جستجو میں رزق کی باہر نکل / قول ہے دانا کا کر اس پر عمل
چاہئے گر رزق کر گھر سے سفر / بے سفر حاصل نہیں ہوتی ظفر
سنکے شوہر نے کہا اے جان من / قسمت حق پر نہ ہو تو طعنہ زن
کر چکے ہم عمر کی منزل کو طے / ہے جو باقی وہ بہت تھوڑی ہی ہے
نیک و بد دنیا میں تاریک و صفا / عارضی ہیں سب تو پھر کیا گلہ
رزق میں اور جاں میں ہے باہم کشش / ملتی ہے کیڑے کو پتھر میں خورش

درد کے خود پاس جاتی ہے دوا ۔۔۔ بھوک کے پاس آپ آتی ہے غذا
شوہر و زن میں نہیں بالکل دوئی ۔۔۔ ہیں حقیقت میں وہ دونوں ایک ہی
چاہیئے سب چھوڑ کر حرص و ہوس ۔۔۔ زن بنے شوہر کی بالکل ہم نفس
متحد دو نور ہیں ہر بات میں ۔۔۔ فرق ہو بالکل نہ کچھ جذبات میں
تو بھی سہہ تکلیف گر سہتا ہوں میں ۔۔۔ تو بھی قانع رہ اگر رہتا ہوں میں
ہوتی ہے ناشکر پر عورت کی ذات ۔۔۔ مانی ہے شیطان نے بھی اس سے مات
ہوتی ہے احساں فروشی میں طاق ۔۔۔ ماننا احسان کا ہے اوسپہ شاق
برسوں کے احسان ہوں یا خدمتیں ۔۔۔ ضائع کر دیتی ہے وہ اک آن میں
بکنے لگتی ہے زباں سے جب فضول ۔۔۔ پھر نہیں بچتا خدا ہو یا رسول
غصہ آیا سنکے عورت کو کمال ۔۔۔ اور کہا احمق زباں اپنی سنبھال
یہ نشان سجدہ و ریش دراز ۔۔۔ جسپہ تو کرتا ہے اتنا فخر و ناز
مجھ پہ ہے تیری حقیقت سب عیاں ۔۔۔ مفت خوری اور حمق کے ہیں نشاں
دھوکہ کی ٹٹی ہے تیرا وعظ سب ۔۔۔ آتی ہوں دھوکہ میں میں ایسونکے کب
ناخنوں میں ہیں مرے باتیں تری ۔۔۔ مجکو ہیں معلوم سب گھاتیں تری
بس نہ کھلوا منہ میرا خاموش رہ ۔۔۔ ہوں تری رگ رگ سے واقف کچھ نہ کہہ
اس تقدس پر تجھے دیتا ہے زیب ۔۔۔ نام حق لے کر مجھے دے تو فریب
جس کار کہا ہے توکل تونے نام ۔۔۔ سستی اور کم ہمتی ہے وہ تمام
مرد نے عورت سے جب یہ کچھ سنا ۔۔۔ سر کو اوسکی بدزبانی پر دھنا
یہ کہا للکار کے اے بدزباں ۔۔۔ ہو کے عورت تجھ میں یہ بےباکیاں
کہتا ہوں آہستگی سے پھر تجھے ۔۔۔ فقر تھا فخر نبی طعنہ نہ دے
سست و جاہل جو مجھے تو نے کہا ۔۔۔ سچ ہے اس میں کچھ نہیں تیری خطا

ہے مثال آئینہ مومن کا رو
دیکھتی ہے مجھ میں اپنا عکس تو

کون سی آفت نہیں تو نے سہی
فقر سے لیکن تو نا واقف رہی

صبر میں جو ہے مزا اس کا نشاں
گمرہی سے تجھ پہ ہے ابتک نہاں

مانگتی ہے فقر سے جب تو پناہ
اب نظر آتا نہیں مجھ کو نباہ

صبر کی تجھ میں نہیں ہے جب سہار
تو تجھے میرا سلام اے غمگسار

گو کہ گذریگی جدائی تیری شاق
ایک ہی چارہ ہے اور وہ ہے طلاق

دیکھ کر خاوند کو یوں پر غضب
تھرتھرا اٹھا بدن بیوی کا سب

اشکباری اُس نے کی فوراً شروع
بنگئی اک دم میں بالکل باخشوع

اور لگی کہنے نہایت ناز سے
گردن شوہر میں باہیں ڈال کے

تھی مجھے تم سے نہ ہرگز یہ امید
چھوڑ دوگے ہوگیا جب سر سفید

بس جی بس دیکھی تمہاری بھی دفا
ہوگئے باتوں ہی باتوں میں خفا

اپنی بدخوئی پہ جب آتے ہو تم
یوں ہی باتو نہیں بگڑ جاتے ہو تم

میرے ماں باپ اور تن من اور دھن
تجھ پہ ہیں قربان سب ای جانمن

تو ہے حاکم اور ہیں محکوم ہوں
تو ہے سب کچھ اور ہیں معدوم ہوں

تیری مرضی پر چلوں گی اب سدا
جس طرح چاہے تو کرتری رنا

آگئی تھی تنگ دستی سے یہ تنگ
ہے مثل مشہور تنگ آمد بہ جنگ

یہ شکایت تھی نہ کچھ اپنے لئے
بول اٹھی تھی محض مرے ہی لئے

تجھ کو ننگا دیکھکر کڑھتا ہے جی
ہے نہ کچھ پرواہ اپنے نفس کی

ننھے ننھے چاند سے بچے ترے
ایڑیاں جب ہیں رگڑتے بھوک سے

ہاتھ میں اوروں کے روٹی دیکھکر
جب یہ روتے ہیں تو جلتا ہے جگر

عہد میں نے آج سے دل میں کیا
کہ نہ لاؤنگی زباں پر اب گلہ

کھا قسم تو بھی کہ تو روئے مجھے
میری تو سچ مچ یہی ہے آرزو
ساتھہ تیرے رنج و تکلیفیں سہوں
یاد کیا تجھکو زمانہ وہ نہیں
ہوتی اوجھل آنکھہ سے گر ایک دم
اس کو لاؤ ورنہ میں مرجاؤں گا
کس طرح ٹوٹے نہ مجھپر آسماں
کیوں نہ گذرے دلپہ میرے سخت شاق
آنکھوں‌سے اوسکے ایک اشکوں کی جھڑی
دیکھکر یہ حال وہ بھی رو پڑا ٭
اسطرح فرما گیا ہے اک حکیم
بس میں آجائیگا عورت کے ضرور
منتر اس کا جہل پر چلتا نہیں
رقت دل کا نہیں اسمیں نشاں
پونچھہ کر آنسو لگا چمکارنے
میں تو کرتا تھا ہنسی اے باوفا
الغرض کر کے خوشامد اور پیار
ہو گئے اک آن میں جیسے کہ تھے
بولا شوہر حکم دے اے گلبدن
مرد ہوں رکھتا ہتیلی پر ہوں جان
تنگدستی کا بتا چارہ مجھے

نام آئندہ جدائی کا جو لے
پوری کر دے حق تعالیٰ شانہٗ
بنکے لونڈی تیرے قدموں میں رہوں
تو تھا مجنوں میں تھی تیری نازنیں
مثل دیوانوں کے کھاتا تھا قسم
نام اپنا اس طرح کر جاؤں گا
کیوں نہ ہو کانٹوں سے بدتر میری زباں
جب زباں پر لائے تو لفظ طلاق
لگ گئی تھی گویا موتی کی لڑی
دل نہ قابو میں رہا درویش کا
مرد ہو گا گر طبیعت کا سلیم
ہے اگر عورت میں کچھہ عقل و شعور
جاہل اپنے جہل سے ٹلتا نہیں
پھر نہ ہو وہ کسطرح نامہرباں
یوں بنائی بات پھر مکار نے
تو تو سچ مچ ہو گئی مجھہ سے خفا
غصہ بیوی کا دیا بالکل اتار
باتیں ہنس ہنس کر کے وہ پھر کرنے لگے
چل پڑوں تیار ہو کر دھتائے
تو نکما مجھہ کو ۔ اے دلبر نہ جان
مت نکھٹو جان ۔ مہ پارہ مجھے

یہ کہا عورت نے پھر اے ہم نشیں — حال کیا شہ کا سنا تو نے نہیں
ظل سبحاں وہ سخی ہے بے نظیر — پل میں کرتا ہے فقیروں کو امیر
اس کی چشم لطف گر اک بار ہو — سب دلدر یہ ہمارا پار ہو
سنکے اعرابی یہ بولا جان جاں — یہ تو سچ۔ لیجاؤں کیا میں ارمغاں
ہاتھ خالی بادشاہوں کے حضور — جانا ہے واللہ بہت دانش سے دور
شاہ کے قابل تو عورت نے کہا — تحفہ گھر میں کچھ نہیں اپنے رہا
سب سے بڑھکر پاس ہے اپنے جو شے — پانی اس تالاب صحرائی کا ہے
فخر ہے جس پر ہماری قوم کو — ناز ہے اس پر ہماری قوم کو
جس کے باعث بادیہ کے ہیں عرب — ہیں ہماری قوم کے محتاج سب
ایک ٹھلیا لیکے پانی اس میں بھر — جا کے کر نذر شہ فرخ سیر
پی کے ہوگا خوش شہ فرخندہ کام — دے گا زر انعام میں وہ لا کلام
کر کے ہمت لے کے وہ نام خدا — جانب بغداد فوراً چل دیا
ایک مہینہ تک منازل کرکے طے — دیکھتا کیا ہے کہ اک درگاہ ہے
جس کے در کی آستاں بوسی کی چاہ — دل میں رکھتے تھے امیر و بادشاہ
جس کے دروازہ کے آگے تھی کھڑی — فرسخوں تک صف دورویہ فوج کی
تھی رسائی واں غریبوں کی کہاں — جلتے تھے پر اچھے اچھوں کے وہاں
تھا خلیفہ کا مگر یہہ اذن عام — جو مسافر ہوں نئے وارد۔ تمام
تین دن تک شاہ کے مہماں رہیں — دو طعام اونکو جو وہ منہ سے کہیں
لے گئے اُس کو محل میں شاہ کے — خدمت اُس کی ہر طرح کرنے لگے
اُس سے پوچھا کسطرح آیا بتا — بولا لائی شاہ کی صیت سخا
کاٹ کر آیا ہوں خونی راستے — تحفہ اک لایا ہوں شہ کے واسطے

ناف صحرا میں ہے اک جا پر بہار — پانی اس کا ہے نہایت خوشگوار
مسکرائے سن کے یہ شہ کے نقیب — کچھ نہ بولے تا نہ شرمائے غریب
لے گئے ٹہلیا خلیفہ کے حضور — پانی سے آتی تھی بو۔ رکھی وہ دور
جب خلیفہ نے سنا احوال سب — یہ کہا اس سے کہ اے بھائی عرب
مہربانی تو نے کی ہمپر بڑی — ہاں پئینگے آج ہم پانی یہی
پھر ہوا یہ حکم زر حاضر کرو — اس سے ٹہلیا اس مسافر کی بھرد
قیمتی خلعت کیا اوس پر مزید — وہ دیا جس کی نہ تھی اسکو امید
یہ کہا وو وقت کل شام و سحر — سیر دجلہ کی کراؤ ناؤ پر
لے گئے دریا پہ جب اسکو نقیب — دیکھتا کیا ہے تماشائے عجیب
دیکھہ کر دریا کو وہ مرد عقیل — دل میں یہہ کہنے لگا ہوکر ذلیل
آب صحرا اور یہہ پانی کہاں — ذرہ اور خورشید لاثانی کہاں
یہہ کہاں موتی سا پانی اور کہاں — آب بدبو میں جو لایا ہوں یہاں
گر مدد کرتا نہ اس شہ کا کرم — میں نے بیہودہ گھسائے تھے قدم
مجھہ کو اس پانی کی ہوتی گر خبر — پھینک دیتا لے کے ٹھلیا خاک پر

شرح

ہے سبوئے آب اپنا کل کمال — اور خدا کی شانکی دجلہ مثال
اوسکی ہم کرتے ہیں جو حمد و ثنا — کل دکھا کر زور اپنے علم کا
اب بدبو سے نہیں تحفہ وہ کم — رد نہیں کرتا یہہ ہے اسکا کرم
دیکھتا ہے وہ خلوص قلب کو — صحت الفاظ ہو چاہے نہ ہو

ہوں عدیم المثل جب ذات و صفات
صادق اون پہ آئے کیسے کوئی بات

حکایت ۱۳

مرتضےٰ اور مشرک

مرتضےٰ شیر خدا کے سامنے ۔۔ عرض کی اک مشرک گستاخ نے
آپ کو کہتے سنا ہے بار ہا ۔۔ حافظ و ناصر ہمارا ہے خدا
آپ کا سچا اگر ہے یہہ کلام ۔۔ مہربانی کر کے کیجیے ایک کام
اس مکاں کے بام پر چڑھ جائیں آپ ۔۔ کود کر وہاں سے زمیں پر آئیں آپ
ہم بھی تو دیکھیں تمہارا وہ خدا ۔۔ کس طرح لیتا ہے مرنے سے بچا
آپ نے فرمایا یہہ اے باکمال ۔۔ ہے حماقت کا نشاں تیرا سوال
ہے ترا مطلب بنوں میں بے ادب ۔۔ امتحاں لوں اسکا جو ہے میرا رب
گرچہ ہے مجھہ کو یقین۔ وہ لایزال ۔۔ لے گا گرتے گرتے بھی مجھہ کو سنبھال
ہوں میں بندہ میری یہ طاقت کہاں ۔۔ ہے جو آقا لوں میں اسکا امتحاں
گرچہ ہے آقا کو ہر دم اختیار ۔۔ بندہ کو وہ آزمائے بار بار

حکایت ۱۴

سادہ لوح اور بیگار

ایک سادہ لوح آیا دوڑتا ۔۔ ہونٹ اسکے خشک چہرہ زرد تھا
عرض کی اسنے سلیماں سے کہ شاہ ۔۔ مجھہ کو عزرائیل سے دیجے پناہ
جا رہا تھا آج میں برگشتہ بخت ۔۔ اوسنے دیکھا اور گھورا مجھہ کو سخت
تیور اس کے تھے نہایت ہی کڑے ۔۔ جان کے ہیں مجھہ کو اب لالے پڑے
چاہتا ہے کیا۔ سلیماں نے کہا ۔۔ مدعا جو کچھہ ترا ہو وہ بتا

عرض اس نے کہ اے حق کے نبی — ہیں ترے محکوم سب دیو و پری

آپ پر بھی حکم ہے تیرا رواں — اور اڑتا ہے ہوا پر بھی نشاں

حکم فرمائیں ہوا کو گر حضور — چین میں لیجائے مجھ کو یہاں سے دور

یہ رہے گا میرا اس جا منتظر — کچھ رہے خطرہ نہ میری جان کو پھر

یہ سلیماں نے کہا پھر باد سے — چین کی جانب ابھی لیجا اسے

دوسرے دن پھیلا جب صبح کا نور — تیرگی شب کی ہوئی دنیا سے دور

لگ گیا پیغمبری دربار عام — آئے عزرائیل بھی کرنے سلام

یوں کہا اس سے سلیماں نے بتا — کل فلاں احمق سے تو نے کیا کہا

عرض کی اسنے کہ اے شاہ جہاں — حکم تھا کہ چین میں قبض اسکی جاں

دیکھ کر پھرتا ہوا اس جا اسے — میں یہ سمجھا کچھ ہوا دھوکہ مجھے

اس لئے کی غور سے اسپر نظر — کچھ نہ کی بات اور گیا آگے گذر

مجھ کو آتا تھا تعجب بار بار — کیوں کہ پورا ہو گا حکم کردگار

آج لیکن چین میں میں جب گیا — اوس کو وہاں پایا تو جھٹ گھونٹا گلا

شرح

گر ذرا سا ہم کریں غور و خیال — ہے یہی دنیا کے سب دھندوں کا حال

کرتے ہیں احمق بھروسہ عقل پر — تاکہ بچ جائیں بلا سے بھاگ کر

کچھ نہیں دیتی مدد عقل رکیک — جا پہنچتے ہیں بلا کے منہ میں ٹھیک

بھاگتے ہیں سانپ سے کر کے حذر — اژدہے کے منہ کی جانب بے خبر

لاکھ کی فرعون نے رد قضا — دشمن اوسکی گود میں پلتا رہا

عقل سے بنجائیں گر سب کاروبار — کون جانے ہے کوئی پروردگار

حکایت ۱۵

مسخرہ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مسخرہ تھا اک نہایت بے ادب
اُس نے اپنی جانبہ یہ ڈھایا غضب

جاں کر اک روز منہ ٹیڑھا کیا
نام احمد کا تمسخر سے لیا

رہ گیا قدرت سے کج اُسکا دہاں
ہوش تب مردک کو آیا ناگہاں

منفعل دوڑا گیا پیش حضور
عرض یوں کرنے لگا وہ پر قصور

در پہ آیا ہوں تیرے محبوب رب
بخش دو للہ میری تقصیر اب

تجھ سے جو اکڑا ہوا فوراً فنا
سر جھکایا جس نے وہ کندن بنا

جو کیا میں نے حماقت تھی وہ سب
جو کہا میں نے جہالت تھی وہ سب

مجھ سے آ مولے یہ نادانی ہوئی
رحم کیجے سخت شیطانی ہوئی

رحم کر اے رحمۃ اللعالمیں
اب مرا تیرے سوا کوئی نہیں

آئی جنبش میں رگِ عفو رحیم
جوش میں آیا یم جود کریم ؎

بخش دی رحمت نے تائب کی خطا
قدرت حق سے ہوا جیسا کہ تھا

حاصل

عیب پوشی اپنی گر منظور ہو ؎
؎ عیبیوں کے عیب تم ڈھکتے رہو

حکایت ۱۶

ایک کشتی پر ہوا نحوی سوار
تھا کہیں جانا اوسے دریا کے پار

تھی نہ کچھ خطرہ موافق تھی ہوا
باتیں کشتی بان سے کرنے لگا

پوچھا وہ جب کر چکے کچھ راہ طے	نحو میں بھی آپ کو کچھ دخل ہے
سنکے کشتی بان نے یہ عرض کی	مولوی صاحب نہ کیجیے دل لگی
نحو یہہ کس جانور کا نام ہے	نحو سے پڑھتا مجھے کیا کام ہے
ہنسکے نحوی نے کہا جی واہ واہ	عمر اپنی تم نے کی آدہی تباہ
جس کو نحو آتی نہیں حیوان ہے	نام ہی کا وہ فقط انسان ہے
ناخدا نحوی کا سنکر یہ خطاب	سٹ پٹایا دلمیں ہو کر لاجواب
یک بہ یک باد مخالف چل پڑی	اور کشتی ایک بہنور میں جا پہنچی
ہوش نحوی کے وہیں پراں ہوئے	دست و پا بھی خوف سے بے جاں ہوئے
تب کہا نحوی سے کشتی بان نے	مولوی صاحب سنبھل کر بیٹھیے
اب کوئی دم میں ہے کشتی ڈوبتی	کچھہ نہیں باقی امید زندگی
موت آتی ہے نظر مجھہ کو یہیں	تیرنا بھی جانتے ہو یا نہیں
یوں دبی آواز سے اوس نے کہا	تیرنا تو میں نہیں ہوں جانتا
پائی پڑھنے سے نہ فرصت اسقدر	تیرنا میں سیکھتا اے خوش سیر
سنکے کشتی بان بولا واہ جی	عمر تم نے مفت کل برباد کی

نتیجہ

جسم کی ورزش کا رکھہ خود التزام	رکھہ یہی تاکید بچوں پر مدام
تاکہ رکھیں وہ بھی ورزش کا خیال	وقت لیں اسکے لئے بھی کچھ نکال

فائدہ

محض علم آتا نہیں ہر وقت کام	کچھہ ہنر بھی سیکھہ لے فرخندہ نام
ہو کے عالم ہو اگر خیرات خوار	علم کو کرتا ہے وہ بے قدر و خوار
بیچتا ارزاں ہے وہ تفسیر کو	مفت ضائع کرتا ہے اکسیر کو
تم نہ گھبراؤ مگر اس بات سے	خوب کو جائے نہ موقع ہات سے

لاجرم رہتی ہے پھر اُس کی نظر — ہر کس و ناکس کے دایم ہاتھ پر
اس قدر اوروں کا جو محتاج ہو — حق وہ کہہ سکتا ہے کیا سچ تو کہو
ہو جو ایسا پست ہمت پست حال — کسطرح ہو گی بلند اسکے خیال
کیا اولی الامری کریگا خاک وہ — کیوں کہ ہو سکتا نہیں بے باک وہ
دیکھو گر اسلام کا علم رجال — پاؤ گے ایسے بہت سے باکمال
پاؤ گے ایسے ائمہ بے شمار — کسب و حرفہ سے نہ جو رکھتے تھے عار
کھایا کرتے تھے کما کر ہات سے — بھاگتے تھے دور وہ خیرات سے
کوئی تھا فرا کوئی حلاج تھا — کوئی قصار اور کوئی سراج تھا
کوئی عطار اور کوئی حمال تھا — کوئی دباغ اور کوئی قفال تھا
تھا حریری کوئی کوئی صیرفی — تھا کوئی خیام کوئی اِدو کی
چونکہ دنیا کے نہ تھے محتاج وہ — اس لئے تھے دین کے سرتاج وہ
سامنے حجاج سے سفاک کے — روبرو تیمور سے بے باک کے
سامنے الحاکم خونخوار کے — روبرو محمود کے سفار کے
سامنے ہارون ذو احشام کے — روبرو چنگیز خوں آشام کے
حق کے کہنے میں نہ کرتے تھے درنگ — جھوٹ سے ان کی صدا رہتی تھی جنگ

حکایت ۱۷

مجنوں و لیلیٰ

تھی نہ لیلےٰ کچھ بہت ایسی حسین — گرچہ تھا اوس پہ فدا قیس حزیں
یہ سوال اک شخص نے اُس سے کیا — قیس کو تو نے ہی مجنوں کر دیا
عشق میں تیرے ہی وہ جادو بیاں — ہو گیا خاموش اور کج مج زباں

تیرے ہی سودے کا کیا آزار ہے
جس سے وحشت ہو اسے بازار ہے

کیا یہی آنکھیں تھیں جن کی کر کے یاد
آہوے وحشی بنا وہ نامراد

کیا اسی محراب ابرو کی نماز
پڑھتا ہے کم عقل وہ اتنی دراز

وہ دہن کیا ہے یہی بے گفتگو
اس قدر جس کی ہے اس کو جستجو

کیا پڑی اُس پر انہیں زلفوں کی مار
ہے جو مثل مار پیچاں بیقرار

فکر ہیں جس کی یہی ہے وہ کمر
بنگیا وہ سوکھ کر تارِ نظر

کیا اسی سیب ذقن کی چاہ ہے
جس سے وہ غرق صفیر و آہ ہے

آدمی کی شکل اور صورت سبھی
کون سی تجھ میں ہے شان دلبری

کونسی ہے تجھ میں معشوقوں کی شان
کونسی تجھ میں ہے محبوبوں کی آن

سنکے لیلے نے کہا خاموش رہ
سوچ پہلے بات کو پھر منہ سے کہہ

میں وہی ہوں۔ تو نہیں مجنوں مگر
کسطرح آوں تجھے لیلے نظر

قیس کی آنکھیں اگر دیتے تجھے
حور سے تو دیکھتا خوش تر مجھے

حکایت ۱۸
ابوجہل

کہتے ہیں احمد کا روے پر ضیا
دیکھ کر بوجہل یوں کہنے لگا

مجھ کو تو آتا نہیں واللہ نظر
تجھ میں کچھ بھی حسن یا کوئی ہنر

آپ نے فرمایا تو کہتا ہے سچ
تو کہے جا خوب اپنے سچ کی پچ

دیکھ کر صدیق نے پھر یہ کہا
آفتاب دو جہاں تو ہے شہا

چہرۂ تاباں ہے ایسا پر جمال
بدر کامل ہو مقابل کیا مجال

روے اقدس سے عیاں ہے نور حق
آپ کی خاطر ہوئے افلاک شق

آپ کے احسان ہیں وہ انسان پر — تا قیامت بھی نہ بھولیں گے بشر

آیت رحمت ہو عالم کے لئے — زہر مہرہ شرک کے سم کے لئے

درفشاں سنکے ہوئے پھر یوں حضور — تھا عیاں روئے مبارک پر سرور

سچ ہے جو تو نے کہا اے یار غار — تو ہے سچا صدق ہے تیرا شعار

عرض کی فاروق نے محبوب رب — راست دونوں قول ہو سکتے ہیں کب

آپ نے فرمایا اے میرے رفیق — دونوں ہیں سچے۔ یہ ہے اسکا طریق

ہوتے ہیں آئینہ ساں حق کے رسول — نیک و بد کی شکل کرتے ہیں قبول

ہر کوئی جیسا ہے بتلاتے ہیں ہم — عکس اس کا اسکو دکھلاتے ہیں ہم

کفر بوجہل اوسکو آتا ہے نظر — صدق صدیق اسپہ خود ہے جلوہ گر

نتیجہ

کان آنکھ اور ناک اور اعضا تمام — دل کے تابع ہیں نہیں اسمیں کلام

دوست تجھ میں دیکھتا ہے وہ ہنر — جو نہیں آتے ہیں دشمن کو نظر

جو نہیں موجود ہوتے تجھ میں عیب — دیکھتا دشمن ہے وہ بے شک و ریب

حکایت ۱۹

بزاخفش

اپنے دروازہ میں اک مرد ظریف — تھا کھڑا۔ کیا دیکھتا ہے۔ اک شریف

موٹا تازہ لمبا چوڑا اور شکیل — ریش بھی مثل بزاخفش طویل

مولویانہ عمامہ زیب سر — شملہ تھا جس کا معلق تا کمر

جبہ لمبا پانوں تک لٹکا ہوا — تکمہ میں قبلہ نما اٹکا ہوا

خشک تھے ہونٹ اور چہرہ اسکا زرد — ہوش پرّاں اور لب پر آہ سرد

خوف سے تھا کانپتا سارا بدن
دوڑتا باہر سے آیا دفعتاً

ابلہی تھی شکل و صورت سے عیاں
یا حفیظ کا سبق ورد زباں

بندھ گئی گھگی نہ کر سکتا تھا بات
اوس سے پوچھا ہو گئی کیا واردات

آپ کو کس کا ہے ڈر سچ تو کہو
کیا کسی کا خوں کر کے آئے ہو

بولا میں خونی نہیں ہوں اور نہ چور
پکڑے جاتے ہیں گدھے باہر ضرور

پکڑے جاتے ہیں گدھے بازار میں
سو گدھے درکار ہیں سرکار میں

سن کے بولا آپ تو انسان ہیں
اور پھر انساں بھی باشان ہیں

پکڑے جاتے ہیں گدھے گر شہر میں
اس سے کیا مطلب ہے ہمکو یا تمہیں

آپکی شکل و شباہت اور ہے
اور گدھوں کی طرز و عادت اور ہے

فکر ناحق کیوں ہے یہ پھر آپ کو
کیا تعلق اوسنے آخر آپ کو

کیا گدھے بالکل ہیں سرکاری نفر
آپ کو وہ فرض کر لینگے جو خر

یہ جواب اسنے دیا کیجے قیاس
آپ جیسے کب ہیں سب مردم شناس

جب پکڑ لیں گے مجھے بازار میں
اور پھر لیجائیں گے بازار میں

بے تمیزوں سے پڑے گا سابقہ
میں کہاں تم کو پھروں گا ڈھونڈھتا

میں کہوں گا میں گدھا ہرگز نہیں
بات میری وہ سنینگے پر کہیں

فائدہ

رب احفظنی دعا کرتے رہو
حاسدوں سے روز و شب ڈرتے رہو

یہ نہ سمجھو میں تو بالکل پاک ہوں
کس مپرسی میں بہ مثل خاک ہوں

یہ نہ سمجھو میں نہیں جب خود برا
میرا دشمن کوں ہوگا پھر بھلا

میں نہیں ہوں جب کسی کے ساتھ بد
کون ہو سکتا ہے میرے ساتھ بد

تو بھلا ہے پر برے بھی ہیں یہیں
عاقبت کا خوف جو رکھتے نہیں

خلق آزاری میں رکھتے ہیں کمال — کینہ ور ہوتے ہیں بچھو کی مثال
کوئی ہو اس سے نہیں ان کو غرض — ڈنک ماریں گے یہ ہے ان دو مرض
ہے یہی فطرت کا انکی اقتضا — ہوتے ہیں مجبور کیا کیجے جگہ

حکایت ۲۰

شہر میں وارد ہوا ایک نیک خو — ایک گھر کی کر رہا تھا جستجو
گھر نہ آتا تھا کوئی اس کو پسند — تھے مکاں تاریک سب اور بند بند
چاہتا تھا وہ کشادہ ہو مکاں — چوڑے کمرے اور آگے سائباں
اونچی اونچی ہوں چھتیں آنگن بڑا — ہو شجر اک سایہ دار اسمیں کھڑا
حوض بھی ہو حوض میں فوارہ ہو — چھت سے پائیں باغ کا نظارہ ہو
پاس ہوں شاگرد پیشہ کے مکان — تار ہیں گھوڑے نظر میں ہر زماں
صاف ستھرا ہو مردانہ بھی ساتھ — پر کہیں ایسا مکاں لگتا ہے ہاتھ
چھان مارے کوچہ و بازار سب — پھرتے پھرتے تھک گئے جب یارب
اتفاقاً ایک کوچہ میں کھڑا — یار کہنہ اک نظر اوس کے پڑا
ایک مدت تک رہے تھے ہم سبق — اک زمانہ تک رہے تھے ہم طبق
یہہ ملا ہو کر بغل گیر اس کے ساتھ — چومی آنکھیں اس نے چومے اسکے ہاتھ
اور کہا خدمت مجھے بتلائیے — آپ یوں پھرتے ہیں مشفق کسلئے
یہ جواب اس نے دیا اے مہرباں — چاہئے مجھ کو کرایہ پر مکاں
ہو کشادہ وہ ہوادار اور صاف — ہو نہ ہمسایہ طبیعت کے خلاف
سنکے وہ بولا کہ اے فرخندہ خو — اس قدر ہے فکر ناحق آپ کو

ہے میرے ہمسایہ میں یہاں اک مکاں	وصف جس کا کر نہیں سکتی زباں
گرچہ ویرانہ ہے وہ اب اور خراب	شہر میں لیکن نہیں اُس کا جواب
عرض میں اور طول میں ہے بے بدل	خوبیاں اُسکی ہیں یہاں ضرب المثل
چھت اگر ہوتی بڑے دالان پر	مطبخ و دہلیز بھی ہوتی اگر
ہوتی چھت موجود مردانہ کی گر	گر نہ پڑتی ڈاٹ تہخانہ کی گر
غسل خانہ شق نہو جاتا اگر	پشت کی دیوار گر پڑتی نہ گر
خشک ہو جاتا نہ گر اُس کا چمن	لہلہاتے اس میں گل اور یاسمن
اُس سے بہتر رائے میں میری مکاں	کوئی ہرگز دے نہ سکتا پھر نشاں
سنکے سب یہ گفتگو بولا وہ یوں	آپ کی تکلیف کا ممنوں ہوں
مشفق من چاہئے مجھ کو مکاں	گر اگر سے کام چلتا ہے کہاں

نتیجہ

گر اگر کہنا نہیں مردوں کا کام	کام ہیں شرطوں سے رہتے ناتمام
ہے یہ قول خاتم پیغمبراں	لفظ یہ کم ہمتی کے ہیں نشاں

حکایت ۲۱

قیصر کا ایلچی اور فاروق رضؓ

خدمت فاروق میں ایک ایلچی	روم سے لایا پیام قیصری
ایک مدت میں مسافت کرکے طے	جب مدینہ پہنچا وہ فرخندہ پے
پوچھتا سارے مدینہ میں پھرا	دو خلیفہ کے محل کا کچھ پتا
کرتا تھا لوگوں سے جب وہ یہ خطاب	ہنسکے دیتے تھے اُسے سب یہ جواب
حفظ خالق اسکا ہے حصن حصیں	قصر کی اس شیر کو پروا نہیں

اوسکو محلوں کی نہیں ہرگز ہوس	ہے نہ بازوں کے لئے موزوں قفس
چونکہ ہے خورشید رخشاں شانیں	جلوہ گر ہو گا کسی میدان میں
جب عیاں اس پر ہوا یہ ماجرا	شوق اس کا دمبدم بڑہنے لگا
کر رہا تھا اس طرح جب جستجو	دل سے کی اپنے یہ اسنے گفتگو
ہے تعجب فاتح ملک شہاں	جان روشن کی طرح ہو یوں نہاں
آخر اک بڑہیا یہہ بولی دیکھہ اُدہر	وہ شجر کے سایہ میں بیٹھا عمر
ظل حق بیٹھا ہوا سایہ میں ہے	جا کے کر زانو کو اُسکے آگے طے
دور سے جو ہیں ملیں نظریں بہم	لڑکھڑا اٹھے وہیں اُس کے قدم
دل پہ بھی طاری ہوئی حالت نئی	منہ پہ بھی مہر خموشی لگ گئی
ڈیل میں تھا ایلچی گو پیل تن	کانپتا تھا اس کا سارا تن بدن
یہہ کہا ہو کر نہایت شرمسار	قیصر و کسرے کو دیکھا بار بار
جنگ میں بھی زخم کھائے سینکڑوں	دشمنوں کے سر اڑائے سینکڑوں
میں نے مارے سینکڑوں شیر و پلنگ	پر کبھی بدلا نہ اس چہرہ کا رنگ
آکے یاں نکلی ہے اب ساری مروڑ	کانپتا ہے ڈر سے میرا جوڑ جوڑ
آسمانی رعب ہے اس شخص کا	ہے خدا کا لعل گدڑی میں چھپا

نتیجہ

حق سے جو ڈرتا ہو ظاہر اور نہاں	اُس سے ڈرتے ہیں سبھی خورد و کلاں
اوس سے ڈرتے ہیں سبھی دیو و پری	کرتے ہیں ارض و سما فرماں بری

حکایت ۲۲

فاروق اور مطرب

عہد میں فاروق کے مطرب تھا ایک
زند ظاہر میں مگر باطن میں نیک

اپنے فن میں اک یگانہ اوستاد
قاعدے سب راگ کے اسکو تھے یاد

تھی جوانی میں کبھی اسکی یہ دھوم
ہر طرف سے شایقوں کا تھا ہجوم

چنگ کو جب وہ بجاتا شوق سے
اور گاتا راگ کوئی ذوق سے

زہرہ سنتی تھی تو رہ جاتی تھی سن
چرخ میں آتا تھا یہ چرخ کہن

راگ میں تھا اس کے جادو کا اثر
کان بن جاتے تھے سب دیوار و در

جب کبھی دمساز ہوتا ساز سے
ڈالتا مردوں میں جان آواز سے

زور پر جب تک رہا عہد شباب
زور پر اس کے رہے چنگ و رباب

جس قدر وہ ناتواں ہوتا گیا
بے سُرا ہوتا گیا اس کا گلا

کہنہ سالی میں نواسازی گئی
دانت ٹوٹے اور خوش آوازی گئی

قاعدہ دنیا کا ہے یہ مستمر
کوئی شے رہتی نہیں اک حال پر

ناز اٹھاتے تھے کبھی جو نازنیں
اب نہ دیتے بھول کر نان جویں

ایک دن کی عرض اس نے اے خدا
مدتوں تک تجھ سے میں بھاگا پھرا

سر کے بالوں میں سفیدی آگئی
چہرہ پہ بالکل سیاہی چھا گئی

معصیت میں کاٹے ہیں ستر برس
اب نہیں باقی گناہوں کی ہوس

عیب میں کرتا رہا بے باک خوب
تو رہا ستار و غفار الذنوب

نفس نے ہر آن جرأت دی مجھے
اتنے دن تو نے بھی مہلت دی مجھے

لطف میں تو نے کمی ہرگز نہ کی
رزق کی تکلیف بھی اکدن نہ دی

تجھ پہ گر قرباں کروں اپنے تئیں
شکر احساں پھر بھی ہو سکتا نہیں

چنگ لے کر چل پڑا سوئے بقیع
بے کسی کو لایا وہ اپنا شفیع

گریہ و زاری سے جس دم تھک گیا
سو گیا تکیہ لگا اک قبر کا

یہ تو یاں سوتا تھا بالکل بے خبر
واں سنو تم حالت حضرت عمر

حضرت فاروق تھے مصروف کار
نیند آئی زور کر کے ایک بار

دل کو اپنے کام میں ڈالا بہت
ہر طرح سے نیند کو ٹالا بہت

چڑھ کر آجاتی ہیں جب افواج خواب
ہوتے ہیں ہوش و خرد تاراج خواب

خواب میں اونسے کسی نے یہ کہا
ہے بقیع پاک میں اک باخدا

سات سو دینار جاکر اس کو دے
اُسکی دل جوئی بھی کر ہر طور سے

لیکے ہمیانی گئے حضرت عمر
کی بقیع پاک میں ہر سو نظر

پیر چنگی تہا فقط موجود وہاں
دوسرا انساں تھا مفقود وہاں

پھر جگہ خطرہ نے اون کے دلمیں کی
پیر چنگی اور خدا کا ہو ولی

ہو گیا لیکن جب اونکو یہ یقیں
اور کوئی واں سوا اسکے نہیں

یہ کہا دل کو ملامت اپنے کی
کیا عجب ہو گر یہی مرد ولی

بیٹھے اوسکے سامنے باصد ادب
اور تعظیماً نہ کھولے اپنے لب

چھینک آئی اتفاقاً زور سے
چونک اُٹھا پیر چنگی شور سے

آنکھ کھولی دیکھا بیٹھے ہیں عمر
ناتواں تھا کانپ اٹھا سر بسر

آپ فرمانے لگے مجھسے نہ ڈر
میں ہوں تیرے واسطے اک خوشخبر

مژدہ تیرے دوست کا لایا ہوں میں
صرف خدمت کیلئے آیا ہوں میں

حق تعالیٰ تجکو کہتا ہے سلام
یہ صلہ بھیجا ہے تجھ کو اور پیام

لے صلہ میں یہ رقم اور خرچ کر
ہو چکے گی جب تو پھر دے گا عمر

کر توکل ہمیہ اور گا ذوق سے
چنگ تیرا ہم سنینگے شوق سے

یہ بشارت پیر چنگی نے سنی
گر کے سجدہ میں خدا سے عرض کی

یا الٰہی شکر تیرا از نہار
کر نہیں سکتا یہ عبد شرمسار

شک نہیں بندہ نوازی ہے تری ۔ بندگی میں گو ہوئی مجھ سے کمی
عمر کھوئی چنگ بازی میں تمام ۔ بھول کر بھی تو لیا تیرا نہ نام
نیک اور بد میں نہ کی ہرگز تمیز ۔ زیر و بم میں کھوئی سب عمر عزیز
زندگی کی اب نہیں مجھ کو ہوس ۔ آرزو ہے میرے دل کی اب یہ بس
قید دنیا سے مجھے آزاد کر ۔ روح کو رحمت سے اپنی شاد کر
ہو گئی اس کی دعا تیر ہدف ۔ گوہر جاں نے کیا خالی صدف
زندگی جاوداں حاصل ہوئی ۔ روح اوسکی اصل سے واصل ہوئی

نتیجہ

ہے کفیل دو جہاں نکتہ نواز ۔ چاہئے درگاہ میں اوسکے نیاز
عجز و زاری کی فقط واں پوچھ ہے ۔ اور نہیں کام آتی کوئی اور شے
ڈول کی مانند چشم تر سے رو ۔ صحن جاں میں اپنی گل رحمت کے بو
کر تو زاری تجھ پہ ہو حق مہرباں ۔ ہو جہاں پانی رواں سبزہ ہو واں
خوف رب سے جو رہیگا اشکبار ۔ رحم فرمائیگا اوس پر کردگار
کیا مبارک آنکھ دنیا میں وہ ہے ۔ روئے جو خوف خدا سے پے بہ پے
فی الحقیقت ہیں خنک وہ تن وہ جاں ۔ عشق میں اسکے جو ہوں سوزاں ہر آں

حکایت ۲۳

قزوینی اور حجام

اہل قزویں میں یہ اک دستور تھا ۔ گرچہ تھا دستور یہ از حد برا
جسم تھے یہ لوگ اپنا گودتے ۔ مورتیں اسمیں بناتے سوئی سے
پہلوان قزویں کا اک نائی کے پاس ۔ جا کے بولا یہ کہ بے خوف و ہراس

میرے شانہ پہ بنا تصویر ایک ہاتھ تیرا ہے سبک اے مرد نیک
نائی نے پوچھا بناؤں کیا میاں یہ کہا اسنے کہ ہو شیر ژیاں
ہے اسد طالع میرا۔ ہوں شیر کش شیر کو میں دیکھہ کر ہوتا ہوں خوش
نائی نے لی ایک سوئی نوک دار جب لگا اُستاد کرنے اپنا کار
رو کے قزوینی نے پکارا ہائے رب مار ڈالا ٹھیر اے ظالم تو اب
یہ بنا کیا عضو ہے یہ شیر کا جس کو تو کندہ پہ ہے اب گودتا
نائی بولا روک کر روزن شتاب شیر کی دم ہوں بناتا اے جناب
اس قدر ہوتے ہو تم کیوں بیقرار پہلواں بولا نہیں مجھہ میں سہار
شیر بے دُم کا بنا اے ذوفنوں شیر بے دم ہوگا مرد کیں فنوں
دوسری جانب چبھا سوئی کا سر رو دیا قزوینی بے شرم پھر
ہائے میری جان نکلی رحم کر نوک سوزن ہے کہ ہے یہ نیشتر
صبر کر قدرے کہا نائی نے جب کان سے آغاز کرتا ہوں میں اب
سنکے قزوینی۔ پکارا ہائے ہائے تو نے مجھہ کو مار ڈالا ہائے ہائے
کیوں بناتا شیر کا ہے تو کان یہ سمجھتا کیا نہیں ناداں تو ہا
کاٹتے ہیں کان سگ کے اس لئے تا عیاں ہو خوف اس کی شکل سے
تو بنا بے کان کا اس شیر کو تاکہ اس کا خوف طاری سب پہ ہو
سنکے یہ نائی ہوا کچھہ مشتعل نوک سوزن کی وہاں سے منتقل
کیا بناتا ہے۔ کہا۔ اے بے ہنر نائی بولا پیٹ ہے یہ۔ صبر کر
یہ کہا اس سے تبا کرکے کرم کیا ہے نقصاں شیر ہو گر بے شکم
بزدلانہ سنکے قزوینی کی بات سوئی پھینکی نائی نے توڑی دوات
بولا وہ ہو کر نہایت خشمگیں تھڑ دلا تو ہے۔ خرد تجھہ میں نہیں

شیر بے دم بے شکم بے کان کا   تونے دیکھا ہے کہیں یا ہے سنا

نصیحت

آزما جرأت کو اپنی قبل جنگ   تا نہ وقت کارزار ہو حیران و دنگ
یہ نہ ہو میدان میں ہو تو خجل   بغلیں جھانکے اور کھڑا ہو پا بہ گل
امتحاں کے واسطے تیار ہو   کر توکل پھر کہ بیڑا پار ہو

حکایت ۲۴

حضرت موسیٰ اور اک طالب

نوجواں اک نیک بخت اور نیکنام   خدمت موسیٰ میں رہتا تھا مدام
پا کے موقع اک دن اسنے عرض کی   آپ کا ہے فیض جاری اے نبی
ایک عرصہ سے تمنا ہے کمال   میں بھی حیوانوں کی سیکھوں بول چال
مجھ کو انساں کی زباں بھاتی نہیں   خوش کوئی اسکی ادا آتی نہیں
فکر نان و نوش میں رہتا ہے یہ   پیٹ کے دھندے کی سب کہتا ہے یہ
اس سے برتر تو کبھی ممکن نہیں   فکر ہو اسکی رسا اور دوربیں
حضرت موسیٰ نے ٹالا بارہا   اور اسے قائل دلائل سے کیا
جس قدر انکار ہوتا تھا شدید   اُس قدر اصرار ہوتا تھا مزید
ہے یہ عادت حضرت انسان کی   اقتضا ہے اس کی فطرت کا یہی
جس جگہ سے روکے جاتے ہیں وہاں   رُکنے سے اور ہوتے ہیں رواں
آپنے القصہ بہلایا اسے   نرمی اور سختی سے سمجھایا اسے
دل سے اپنے خبط تو یہ دور کر   اس کٹھن رستہ میں ہے جاں کا خطر
ضد سے اپنی وہ مگر آیا نہ باز   عرض کی اسنے یہ از روئے نیاز

تم نے کی جس پر توجہ اک بار
فیض کا چشمہ تمہاری ذات ہے
التجا موسے نے کی اے میرے رب
نیک و بد میں یہ نہیں کرتا تمیز
رب نے فرمایا کہ دے اسکو مدد
عقل دی اسکو یہ ہے با اختیار
لیکے موسے نے وہیں اللہ کا نام
دوسرے دن کھاکے کھانا شام کا
ایک کتا اور مرغ خانگی
خادمہ نے جھاڑا دسترخوان جب
مرغ آیا دوڑتا مار یکبہ یک
یہ کہا کتے نے یار ہمنشیں
ڈر خدا سے ظلم تو کرتا ہے کیوں
ریزہ ناں حق تیرا ہے لاکلام
مرغ بولا صبر کر تو رات بھر
ہڈیاں کھا لینا جتنی کھا سکے
مرغ سے سنکر خبر عیار نے
دوسرے دن پھر یہ کتے نے کہا
مرغ بولا خوب واضح ہے تجھے
دی بلا آقا نے اپنے سر سے ٹال
یاد رکھنا یہ کہ پرسوں بالیقیں

بیڑا اُسکا ہو گیا اک پل میں پار
میں رہوں محروم یہ کچھ بات ہے
کیونکر اس احمق کو سمجھاؤں میں اب
اس کو اپنی جاں نہیں شاید عزیز
ہم نہیں کرتے دعا عاجز کی رد
اپنے فعلوں کا یہ خود ہے ذمہ دار
اسکو حیوانوں کے سکھلائے کلام
صحن کے میدان میں وہ پھرنے لگا
صحن میں تھے ۔ خادمہ بھی آگئی
کتا تو کرتا رہا شور و شغب
لے گیا وہ گوشت کی بوٹی اچک
دل میں کچھ انصاف بھی ہے یا نہیں
گور اپنی آگ سے بھرتا ہے کیوں
ہڈی اور بوٹی سے کیا تجکو ہی کام
بیل یہ آقا کا کل جائے گا مر
بوٹیوں کے ڈھیر ہی ہوں گے لگے
بیل اسی دم بیچکر کوڑے کئے
بولنے میں جھوٹ کے کیا فائدہ
جھوٹ کی عادت نہیں ہرگز مجھے
ہے مگر تقدیر کا ٹلنا محال
خیر بالکل اسکے گھوڑے کی نہیں

کھولا گھوڑے کو سنی جب یہ خبر	واپس آیا اسکو فوراً ... بیچ کر
بولا کتا اب نہ بیچے دم ہیں	شک رہا گیا اب تمہارے جھوٹ ہیں
مرغ بولا خوئے آقا ہے بڑی	غیر کی آئی سر اپنے ڈال لی
بیل اور گھوڑا اگر مرتے یہاں	فدیہ ہوتے اسکی جان کے بیگماں
جان کو اسکی ہے اب پورا خطر	کل یہ آقا دیکھنا جائے گا مر
نان و حلوا جائے گا میت کیساتھ	مل کے دونو خوب ہی مارینگے ہاتھ
ہوش یہ سنکر جواں کے اڑ گئے	عرض کی موسیٰ سے پھر یہ عجز سے
عفو کیجے للہ عاصی کی خطا	اور کیجے میرے حق میں پھر دعا
عفو کر میری خطا اب لے رسول	ہوں میں عاجز غدر ہو میرا قبول
آپ نے فرمایا اے کوتاہ بیں	جب قضا آئی تو ٹلتی ہے کہیں
پشت تیری اب جھکی جس بار سے	دیکھتا تھا میں پس دیوار سے

نتیجہ

ہو مصیبت کوئی نازل تجھپہ گر	مال کا نقصان ہو تو غم نہ کر
فدیہ اس کو جان اپنی جان کا	آپ اپنے ہاتھ سے گویا دیا

فائدہ - علم غیب

اس میں کچھ حکمت ہے خالق کی ضرور	جو نہیں یکساں ہمیں غیب و حضور
علم غیب انسان کو بخشا نہیں	اس کے حق میں یہ ہے بہتر بالیقیں
ورنہ ہوتی زندگی اوسپر وبال	رہتا ہر لحظہ اسے فکر و ملال
ہو نجومی یا ہو کاہن یا نبی	یا امام و قطب یا غوث و ولی
علم غیب اونکو نہیں اصلا دیا	خاصہ ہے یہ خدائے پاک کا
کرتے ہیں تسلیم لیکن عقل و نقل	ہے نہیں سب کی مساوی حس و عقل

آنکھ سے ہے اور اک پرے اس آنکھ سے — شرع میں کہتے فراست ہیں جسے

عقل بھی سب کی برابر ہے نہیں — بعض کی عقلیں بہت ہیں دوربیں

زنگ غفلت بعض پر موجود ہے — یہہ تفاوت بھی مگر محدود ہے

سعی کرلے عقل چاہے جس قدر — آگے پھر مجبور ہے عقل البشر

ہے مسلح وحی سے بھی ہر نبی — مستفیض الہام سے ہے ہر ولی

منبع ان سب کا ہے لیکن فضل رب — کسب و فطرت کا ہے انہیں دخل کب

ورنہ کیوں یعقوب رہتے بے خبر — چاہ میں کنعاں کے ہے لخت جگر

جفر و رمل و استخارہ اور نجوم — اس قدر جنکی ہے اس دنیا میں دہوم

شانہ اور نانوہ کفِ دست اور فال — بے حقیقت ہیں یہ سب شیطان کے جال

انکے ہے احکام میں بھی اختلاف — کیونکہ ہیں یہہ حکمت رب کے خلاف

حکایت ۲۵

اوستاد اور لڑکے

ایک مکتب کا کوئی اوستاد تھا — سنگدل اور سخت گیر اور بد لقا

لڑکے۔ اسکے جبر سے تھے تنگ حال — جانتے تھے جان کا اسکو وبال

بیٹھ کر یہ مشورت اک روز کی — کیسے پائیں اس بلا سے مخلصی

ہے یہ مثل سنگ خارا برقرار — اس کو اک دن بھی نہیں آتا بخار

تھا خلیفہ اون کا ایک طفل وہاں — عقل رکھتا تھا رسا اور دوربیں

یہ کہا اوس نے کہ اک تدبیر تو — میں بتاتا ہوں اگر منظور ہو

ہے مگر یہ شرط پہلے سب کے سب — میرے آگے کہاؤ تم سوگند رب

عہد و پیماں ہو چکا مضبوط جب — تو کہا اُسنے بتاتا ہوں میں اب

کل ہر اک ہم میں سے جب اُستاد کے
سامنے آئے تو فوراً یہہ کہے

اس قدر رنجیدہ ہیں نصیب دشمناں
کس لئے ہے آج چہرہ پر عیاں

جب سنے گا بات وہ یہہ بار بار
وہم اوس کے دلمیں کر جائیگا کار

چھوڑ کے مکتب چلا جائے گا گھر
ہم پھرینگے کودتے سب بےخطر

کر گئے تسلیم سب۔ ہاں ٹھیک ہی
مل کے بولے سب خلیفہ جی کی جے

دوسرے دن ہو کے خوش گھر سے چلے
سبق کے سب جائے معین پر چلے

لگ رہی تھی دلمیں اون سب کے لگن
جی میں تھا ہر ایک اونمیں سے مگن

قابو میں آئینگے آج اوستاد خوب
عمر بھر رکھینگے ہم کو یاد خوب

پھر خلیفہ جی نے کہا جاتا ہوں میں
دانو میں استاد کو لاتا ہوں میں

بات کل کی یاد رکھنا تم سبھی
لب پہ تم لانا نہ کوئی بھی ہنسی

وہ گیا اور بھولا بھالا منہ بنا
یہ لگا کہنے کہ یا مخدومنا

ہے نصیب دشمناں کیسا مزاج
زرد ہے حضرت کا کچھ چہرہ جو آج

بولا وہ ہو کر بہت چیں بر جبیں
فکر کیوں تجھ کو ہوئی پھر اسے لعیں

جو زباں پہ آیا اور اس سے کہا
وہم کا شوشہ مگر دل میں رہا

دوسرا آیا گیا اوس نے سلام
اور کہا یا حضرت والا مقام

دشمنوں کا آج چہرہ زرد ہے
کیا کہیں حضرت کے سر میں درد ہے

ہو گیا خاموش سنکر اوستاد
وہم کا دل میں بڑھا لیکن مواد

تیسرے شیطاں نے جب آکر یہی
پوچھا تو استاد کی جان پر بنی

حاشیہ پر حاشیہ چڑھتا گیا
وسوسہ استاد کا بڑھتا گیا

آگیا اوستاد کو آخر یقیں
کچھ نہ کچھ ہے بات خیریت نہیں

یہ کہا بچوں سے ہاں دکھتا ہے سر
آؤ تم سب چل کے پڑھنا میرے گھر

جا کے بیوی سے کہا دشمن ہے تو
میں گیا مکتب میں تیرے روبرو

تھا جتانا تجھکو یہ بے قال و قیل
آج تم معلوم ہوتے ہو علیل

بیوی بولی آئینہ موجود ہے
دیکھہ لے منہ تجھے اب بے سود ہے

ورنہ ظاہر ہے کہ لقماں کے بھی پاس
وہم کی دارو نہیں اے ناشناس

بولا وہ چپ رہ نہ اب باتیں بنا
جا کہیں جلدی میرا بستر بچھا

تکیہ رکھکر ڈال دے مجھپر لحاف
باندھ پیشانی پہ پٹی ایک صاف

الغرض سچ مچ بنا بیمار وہ
زندگی سے ہو گیا بیزار وہ

ہائے ہائے درد سے کرنے لگا
سرد آہیں دمبدم بھرنے لگا

اس طرح سرگوشی پھر لڑکوں نے کی
جتنی کوشش کی وہ سب ضائع ہوئی

دل میں سمجھا پھر خلیفہ سوچ کر
معترض ہیں یہ تیری تدبیر پر

یہ کیا اوس نے اشارہ دوستو
زور سے پڑھنا شروع اب تم کرو

چیخ کر پڑھنے لگے شاگرد سب
بولا وہ ہو کر نہایت پر غضب

تم کو کمبختوں نہیں کچھہ بھی خیال
درد سے اوستاد ہیں بالکل نڈھال

سنکے یہ استاد بولا جاؤ تم
ایک ہفتہ تک نہ پڑھنے آؤ تم

جھکگے تسلیمات سب لائے بجا
ملکے سب نے کی خدا سے یہ دعا

یا الہی دے شفا استاد کو
سایہ اس کا تا قیامت ہم پہ ہو

مائیں تھیں بیٹھی ہوئی آرام سے
لو لگگئے اپنے اپنے کام سے

پوچھا ان سے کس لئے آئے ہو تم
ہم پہ کیوں قہر خدا لائے ہو تم

بولے یہ بیمار ہیں اوستاد جی
ہفتہ بھر کی اسلئے چھٹی ملی

دوڑی ساری وہ گئیں ملا کے پاس
جا کے دیکھا تو پڑا ہے بے حواس

یہ لگیں کہنے نہایت درد سے
رات کو کل آپ تھے چنگے بھلے

دشمنوں کو دفعتاً کیا ہو گیا	شافی مطلق دے جلدی سے شفا
بچ گیا اوس نے کہا ہیں ہاں ہاں	فی الحقیقت ہو گیا بتلا تھا حال
میری بیوی نے خبر مجھہ کو نہ کی	زیب و زینت سے اسے فرصت نہ تھی
میرے بچوں کا بھلا اللہ کرے	حال بیماری کا بتلایا سب مجھے

فائدہ نمبر ۱

آج کل اکثر رئیس اور بعض امیر	ہیں کم و بیش اس حماقت میں اسیر
اونکے خادم اور مشیر اور اہلکار	ہوتے ہیں غدار سب یہ نابکار
کر کے سازش ڈالتے ہیں ایسا ڈھنگ	چاہتے ہیں جو چڑھا دیتے ہیں رنگ
رستم آقا کو بنا دیں خواہ زن	چاہے سلطان چاہے ابدال زمن
حاضر دربار جب ہوتے ہیں سب	ہوتے ہیں حد سے زیادہ با ادب
یک زباں ہوتے ہیں سب یوں حرف زن	ہے بجا بالکل یہ حضرت کا سخن
پھر یہی سب بیٹھ کر تنہاونی	اپنے آقا کی اڑاتے ہیں ہنسی
حق نمک کا خوب کرتے ہیں ادا	حیف انکو کچھ نہیں خوف خدا

فائدہ نمبر ۲

واہمہ انسان کا خلاق ہے	ہستی معدوم میں مشتاق ہے
یعنی حق نے کی نہیں پیدا جو شے	وہ بھی ہوتی دفعتاً موجود ہے
واہمہ کلہ طفیل اے پر تمیز	دیکھتی ہے آنکھ اک معدوم چیز
کاتتی ہے چاند میں بڑھیا بھی سوت	اور مسانوں میں نظر آتے ہیں بھوت
دیتے ہیں پتھر کے بت تجھہ کو جواب	قبر کے مردے بھی سنتے ہیں خطاب
فاختہ کہتی ہے حق سُرّہ	آکے جن کرتے ہیں ظاہر گفتگو
ہوتے ہیں گرنے کو جب اہل کمال	آکے دست شیخ لیتا ہے سنبھال

دشت میں جب بھول جاتے ہیں راہ | آتے ہیں خضر اور دکھلاتے ہیں راہ
پتہ کے ہلنے سے رستم سا جوان | کانپتا ہے ۔ باد سے جیسے نشان
ہو خیال اک چیز کا جب بیشتر | خواب میں آتی ہے وہ شب کو نظر
واہمہ کی نقشبندی ہے یہ سب | اصلیت ورنہ ہے ان اشیا کی کب

فائدہ نمبر ۳

عکس پر اسکے ذرا کر تو نظر | دوست یہ آتے ہیں جو تجھ کو نظر
کہتے ہیں آکر کہ تو ہے ایسا نیک | نیکدل تجھ سا نہیں دنیا میں ایک
منہ پہ یہ اچھا بتاتے ہیں تجھے | مسخرے ہیں سب بنلاتے ہیں تجھے
ہے خوشامد نفس کی تیرے غذا | فربہ ہونا نفس کا ہے اک بلا
یہ مرض وہ ہے مہیب اور خوفناک | نفس کو کرتا ہے آخر میں ہلاک
گاؤ خر فربہ شود از ناؤ نوش | آدمی فربہ شود از راہ گوش

حکایت ۲۶

صبح دم اک شیر نکلا غار سے | بھیڑیا اور لومڑی خدمت میں تھے
سب نے مل کر راہ اک جنگل کی لی | ہر طرف دوڑے تلاش صید کی
دوڑنے تینوں لگے میدان میں | اور گئے کوسوں نکل میدان میں
کھوند ڈالے ظالموں نے بن کے بن | لگ گیا ہاتھ اون کے آخر اک ہرن
بعد ازیں خرگوش مارا شیر نے | روجھ بھی اک پچھاڑا شیر نے
کر چکا جب تین جانوں کا شکار | تین بیکس ناتوانوں کا شکار
بھیڑیئے سے شیر نے پھر یہ کہا | امتحاں ہے آج تیری عقل کا
تجھ میں دیکھیں ہے سلیقہ کسقدر | سوچکر اس صید کو تقسیم کر

حکم سنکر آگے آیا بھیڑیا
دست بستہ التماس اسنے کیا

روجہہ ہے سب سے بڑا کہائیں حضور
اور ہرن بندہ کو دلوائیں حضور

رنگیا خرگوش باقی اے جناب
لومڑی کو وہ عطا کیجئے شتاب

تہی نہ اس تقسیم میں جائے مقال
شیر لیکن ہو گیا غصہ سے لال

کہہ گئے ہیں سعدی شیریں زباں
بادشاہوں کی عجب ہے داستاں

یہ کبھی دشنام سے ہوتے ہیں خوش
اور کبھی تسلیم سے ہیں روترش

بھیڑے کے منہ پر اک تھپڑ دیا
اور جدا پہر تن سے اسکا سر کیا

یہ کہا اے بے ادب بے تمیز
ہے ادب آخر کوئی دنیا میں چیز

حکم روبہ کو دیا تقسیم کر
عقل ہے دیکھو نہیں تجھ میں کس قدر

اسنے اول عجز سے سجدہ کیا
پہر ادب سے یہ جواب اسکو دیا

نیل گائے تو ابھی کہائیں حضور
شام کو کہائیں یہ آہو بالضرور

بھوک گر معلوم ہو پہر صبح میں
نقل اس خرگوش کا فوراً کریں

شیر یہ سنکر نہایت خوش ہوا
اور کہا ہے تو نہایت باوفا

یہ ترے آداب بہاتے ہیں مجھے
کس نے یہ آداب سکہلائے تجھے

لومڑی بولی کہ اے شاہ جہاں
ہے یہ جو مرحوم افتادہ یہاں

میں نے جو اس وقت کی تقسیم ہے
یہ سلیقہ اوس کی ہی تعلیم ہے

بھٹ میں واپس آئی جسدم لومڑی
سجدۂ خالق میں فوراً گر پڑی

اور کہا صد شکر رب لایزال
شیر نے پیچھے کیا جھسے سوال

حکم ہوتا بھیڑیئے سے پہلے گر
سر ہمارا تن پر نہ آتا اب نظر

نتیجہ نمبر ۱

سر کے بل اوروں کو گرتا دیکھکر
پھر بھی گر سنبھلے نہ کوئی بے خبر

لے نہ عبرت دیکھکر اوروں کا حال
دے نہ دکھلائی اُسے اپنا مآل

وہ نہیں انسان ہرگز اے عزیز
عقل سے خارج ہے کودن بے تمیز

نتیجہ نمبر ۲

خودغرض محروم رہتا ہے مدام
بے غرض کے خود بخود بنتے ہیں کام

حرص کے پھندے میں ہوتا ہے اسیر
اسلئے رہتا ہے نظروں میں حقیر

بے طمع کا اسکی ہمت کے سبب
جس جگہ جاتا ہے ہوتا ہے ادب

حکایت ۲۷

پہنچا عاشق اک درِ معشوق پر
دیکے دستک یہ کہا ہاں کھول در

کون ہے ؟ اندر سے آئی یہ صدا
عرض کی اس نے کہ "میں" اے خوش لقا

در پہ ہوں حاضر بچشم اشکبار
ناخریدہ ہوں غلام جاں نثار

یہ کہا معشوق نے اے نیک پے
پختہ ہوکر آ تو ابتک خام ہے

تجھ میں باقی ہے ابھی "میں" کا غرور
کامیابی کی ابھی منزل ہے دور

جل گئی رسّی مگر باقی ہے بل
ایک برس اور آتش ہجراں میں جل

الغرض اک سال وہ حیران و زار
ہجر میں بھٹکا پھرا لیل و نہار

ختم جب مدت ہوئی۔ دل سوختہ
آ ہوا حاضر مگر لب دوختہ

آکے دستک دی نہایت عجز سے
کون ہے در پر کہا معشوق نے

عرض کی اسنے کہ اے جانِ جہاں
تو ہی ہے خود غیر دنیا میں کہاں

سنکے یہ معشوق بولا مرحبا
گھر ہے تیرا شوق سے ہر وقت آ

مالک اس گھر کا سمجھ اپنے تئیں
فرق اب کچھ مجھ میں اور تجھ میں نہیں

فائدہ

مدعی تو ہے جو حبِ قوم کا / قوم میں اپنے تئیں پہلے مٹا

بلہوس ہوتا نہیں فانی قوم / پیٹ کا کتا ہو کب بانی قوم

ہے جو خواہش قوم کی اصلاح کی / چھوڑ کر تن پروری کر تن دہی

کام ہے کچھہ قوم کا کرنا اگر / سر بسر اپنی غرض کو ترک کر

جب نہیں ہوتی غرض کچھہ درمیاں / آدمی بھی ہے فرشتہ بیگماں

اس کے ناکامی نہیں آتی ہے پاس / تیز ہو جاتے ہیں سب ہوش و حواس

اس کے برعکس آزمایا بار بار / کرتی ہے خود مطلبی انساں کو خوار

راہ سیدھی سوجھتی اوسکو نہیں / قوم بھی کرتی نہیں اس کا یقیں

ایک نکتہ یہاں بتاتا ہوں تجھے / سخت پھسلن سے بچاتا ہوں تجھے

اہل دعوی یہاں پھسلتے ہیں بہت / گر کے نیچے ہاتھ ملتے ہیں بہت

ہے نہایت خوف سے پُر یہ مقام / سینکڑوں یہاں کھو چکے ہیں ننگ و نام

قوم کی اصلاح کا بیڑا اوٹھا / نوجواں کرتا ہے ظاہر ولولہ

کچھہ دنوں کرتا نہیں ہرگز قصور / قوم کی اصلاح میں وہ پر شعور

چین سے سوتا نہیں وہ مرد نیک / رات اور دن کو بنا دیتا ہے ایک

یک بیک شیطان اس کے نفس کا / ڈالتا ہے اس کے دل میں وسوسہ

میں کھپاؤں جان اپنی روز و شب / صدر مجلس دوسرا ہو ہے غضب

قول یہ ہو راست بھی اے رہبریں / پر فنا فی القوم کے شایاں نہیں

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے عیاں / مقصد اصلی کا ملتا ہے نشاں

اپنے مطلب کے لئے کوشش تھی سب / قوم کا تھا اک بہانہ اور سبب

یاد رکھو یہ کہ ایسے آدمی / خلق میں عزت نہیں پاتے کبھی

حسبۃً للہ کیا جس نے عمل / رائیگاں جاتا نہیں ہے اسکا پھل

خالصاً للہ نیت رکھ مدام	ہیں طفیلی اوسکے عزت اور نام
خود بخود آجائینگے یہ بے طلب	بات کیوں کھوتا ہے اپنی بے سبب
کام ہوگا گر ترا بے عیب و لوم	خود بخود بنجائے گا سردار قوم

حکایت ۲۸

عیسی روح اللہ سے آکر سوال	ایک دانا نے کیا اے باکمال
سب سے بڑھکر خوفناک اور سخت شے	کونسی اس عالم ہستی میں ہے
یوں ہوے گوہر فشاں وہ پاک لب	سخت تر سب سے ہے خالق کا غضب
غرض کی یہ قول ہے بالکل بجا	اس سے بچنے کی مگر تدبیر کیا
یہ دیا سنکر مسیحا نے جواب	یاد کر کے قہر کا اسکے عذاب
کر نہ ظلم ان پر جو خود مظلوم ہیں	ہو نہ غصہ اون پہ جو محکوم ہیں
غصہ اپنا تو اگر پی جائے گا	رحمت حق میں جگہ تو پائے گا

حکایت ۲۹

متفق اس پہ ہیں کل اہل سیر	ایک دن زہرا کا وہ لخت جگر
فاطمہ کا سب سے پہلا لاڈلا	باپ اور نانا کے نازوں کا پلا
رحمت عالم کے کندھے کا سوار	رابع اہل عبا عالی تبار
وہ امیر المومنیں فخر زمن	پاک دیں اور پاک دل یعنی حسن
کھا رہے تھے ایک مجلس میں طعام	شوربے کا بادیہ لایا غلام
کھا کے ٹھوکر اتفاقاً گر پڑا	آپ کے کپڑوں کو آلودہ کیا
حضرت شبر نے دیکھا گھور کر	از رہ تادیب کی اس پر نظر

لرزہ میں تھا وہ نہایت خوف سے
یاد آئی آیت قرآن اوسے

کاظمین الغیظ جب اُس نے کہا
آپ بولے میں نے غصہ پی لیا

لفظ عافین زباں سے نکلا جب
یہ کہا جا بخش دی تقصیر سب

جب کہا اُسنے یحب المحسنین
کردیا آزاد بھی اسکو وہیں

نتیجہ

غصہ اپنا پیکے مردان خدا
عفو کرتے ہیں جب عاصی کی خطا

پیار کرتا ہے انہیں رب غفور
بخش دیتا ہے سبھی انکے قصور

حکایت ۳۰

ایک جوان اور دو چور

اگلے وقتوں میں کہیں تھا اک جوان
نیک مرد اور صاحب زور و تواں

رات تھی تاریک اور پچھلا پہر
گھر میں وہ سوتا تھا اپنے بے خبر

آہٹ آئی ناگہاں اک کان میں
پھرتا ہے گویا کوئی دالان میں

آنکھ جب کھولی تو دیکھا چور ہے
چاہتا ہے وہ اٹھالے کوئی شے

اٹھکے بستر سے بہادر نے جھپٹ
چور کو پکڑا گیا اسکے لپٹ

زور اپنا سب لگایا چور نے
اس سے دامن کو چھڑایا چور نے

پیچھے پیچھے تھا جواں آگے تھا چور
تھک گئے دونو دکھا کر خوب زور

چور کو انجام قابو کر لیا
پکڑی گردن اور آگے دھر لیا

کو توالی تا کہ لیجائے اسے
اور سزا چوروں کی دلوائے اسے

دیکھ کر یہ حالت اپنے دوست کی
چور کے ساتھی نے یہ آواز دی

جلد آ۔ اے مرد۔ یاں دو چور ہیں
میں اکیلا اور وہ شہ زور ہیں

ڈر گیا سنکر کہیں ایسا نہ ہو
مار ڈالیں وہ زن و فرزند کو پر

چور کو چھوڑا وہیں اور پھر جواں — جانب خانہ ہوا واپس رواں

دیکھا شخص اک کر رہا تھا شور وہ — اس سے پوچھا کسجگہ ہیں چور وہ

چور تو. بولا نہیں موجود یاں — ہیں زمیں پر اُن کے پاؤنکے نشاں

چور میں نے آنکھ سے دیکھا نہیں — ان نشانوں سے مگر ہے یہ یقیں

چوریاں دونوں ابھی موجود تھے — اب خدا جانے کہاں وہ چلدیے

سنکے یہ غصہ ہوا مرد عقیل — اسطرح کرنے لگا اس سے دلیل

یا تو تو بھی چور ہے اے فلسوف — ورنہ ہے حد سے زیادہ بیوقوف

یہ نشاں جو تو دکھاتا ہے مجھے — کچھ تو ہیں انمیں سے میرے پاؤں کے

اور کچھ اوس چور کے ہیں نقش پا — جس کو میں اب کر کے آیا ہوں رہا

نتیجہ

دوڑ اگر ساری پر آدھی چھوڑ کر — کھوئیگا آدھی بھی تو اے بے خبر

اک کبوتر ہاتھ میں اے ناشناس — اس سے بہتر گر ہوا میں ہوں پچاس

حکایت ۳۱

پالا دنبہ اک جواں نے شوق سے — ساتھ اپنے اسکو پھرتا تھا لیے

اس قدر مانوس وہ حیواں تھا — بے رسن تھا پیچھے پیچھے دوڑتا

ایک دن بازار میں وہ نوجواں — جا رہا تھا پیچھے دنبہ تھا دواں

چل رہا تھا منہ اٹھائے سادہ دل — رستہ میں اس کو گیا اک چور مل

چور نے دنبہ اٹھا کر پشت پر — بابد اجھٹکا اور لیا کندھے پہ دھر

مڑ کے جب ناداں نے دیکھا ناگہاں — پایا دنبہ کا نہ واں نام و نشاں

کی نشاں پا سے اسکی جب تلاش — اک کوئیں پر مل گیا وہ بدمعاش

اسکو آتا دیکھہ کر حیلہ کیا ۔ دہوکہ اس احمق کو پھر اسنے دیا
لگ گیا رونے وہ ایسا زار زار ۔ بندھ گیا تھا ہچکیوں کا ایک تار
نوجواں نے چور کا دیکھا یہ حال ۔ یہ نہ سمجھا یہ بھی ہے ایک اس کی چال
دنبہ کا چھوڑا خیال اس مرد نے ۔ سب بھلایا دوسرے کے درد نے
رحم آیا اوسکو اس کے حال پر ۔ اس سے پوچھا بھائی کیوں ہے چشم تر
کونسی تجھہ پر مصیبت آ پڑی ۔ باندھ دی تو نے جو اشکوں کی جھڑی
ہیں اگر روتا تو تھا بالکل بجا ۔ کیونکہ تو لایا میرا دنبہ اڑا
چور بولا کیا کہوں اے حق شناس ۔ ایک ہمیانی تھی زر کی میرے پاس
عمر بھر کی کل کمائی تھی وہی ۔ پشت سے کھل کر کنوئیں میں گر پڑی
پانسو دینار اوس میں نقد تھے ۔ اسطرح سے سب کے سب جاتے رہے
کوئی غوطہ زن نکالے اسکو گر ۔ اسمیں سے دیدونگا اسکو نصف زر
دنبہ کی بابت نہ تھی میری خطا ۔ پیچھے پیچھے میرے وہ خود ہو لیا
پیچھے پیچھے آتے دیکھا تھا ضرور ۔ ہم گئے تھے جب نکل بہت ہی دور
آگیا لالچ میں یہ سنکے جواں ۔ گفتگو دل میں لگا کرنے جواں
خوبی قسمت نے کی اب رہبری ۔ مل گیا دنبہ بھی اور پھر نقد بھی
جوتیوں کو اور کپڑوں کو اتار ۔ چاہ میں اترا ہوا مصروف کار
وہ کنوئیں کی تہ میں غوطہ میں رہا ۔ چور فرصت پا کے سب کچھ لے اڑا

حکایت ٣٢

ایک بہرہ سے کسی نے یہ کہا ۔ سخت ہے بیمار ہمسایہ تیرا
جا عیادت کے لئے اے نیک پے ۔ پوچھنا بیمار کا مسنون ہے

بہرہ اور بیمار

یہ کہا اُسنے کہ وہ بیمار ہے — مجہکو اونچا سننے کا آزار ہے
پیش آئیں گی بہت سی مشکلات — سن سکوں گا کسطرح میں اسکی بات
پہر کہا دل میں کہ کچھہ پروا نہیں — مجہہ کو بہکاتا ہے شیطان لعیں
گر ارادہ کوئی نیکی کا کرے — ڈالتا ہے دلمیں صد ہا وسوسے
ہے عیادت کی مقرر بات چیت — خوب ہے معلوم مجکو رسم وریت
الغرض پہونچ گیا بیمار پاس — جا کے بیٹھا سامنے اُسکے اوداس
دیکھہ کر بہرہ کو گرم التفات — اسطرح بیمار نے کی اس سے بات
کیا کہوں اے مہرباں مرتا ہوں میں — ہیں جو باقی چند دم بھرتا ہوں میں
بہرہ یہ سمجھا کہ اوسنے یہ کہا — میں ہوں بہتر شکر ہے اللہ کا
بہرہ نے دونو اٹھائے اپنے ہاتہہ — اور دعا کرنے لگا زاری کیساتہہ
شکر ہے تیرا خدائے ذوالجلال — دوست کا اپنے یہ دیکھا اچہے حال
ہو زیادہ اس سے بہی قادر کریم — ہوں میں اسکا خیر اندیش قدیم
سنکے یہ بیمار جہنجلایا بہت — غصہ بہرہ دوست پر آیا بہت
پہر یہ پوچہا کیا دوا کھاتے ہو تم — یا دوا پر سہہ رہی ہے کلہم
منہ بنا کر اور نہایت غیظ سے — زہر کھاتا ہوں کہا بیمار نے
بولا بہرہ یہ تو اعجوبہ ہے شے — علم طب میں مجہہ کو بہی کچھہ دخل ہے
لکہتے آئے ہیں اطبائے سلف — اس مرض میں ہے یہ شے تیر ہدف
پہر یہ پوچہا ہے معالج کونسا — آج کل کرتے ہو تم کس کی دوا
دل میں اپنے جل کے وہ بولا غریب — ہے فرشتہ موت کا میرا طبیب
بہرہ بولا ہو مبارک یہ حکیم — ہے بڑا حاذق نہایت ہے فہیم
اس سے بڑہکر شہر میں کوئی نہیں — ہاتہہ میں اسکے شفا ہے بالیقیں

اک نصیحت میں بھی کرتا ہوں مگر — تم طبیبوں کے نہ پھرنا در بدر
اس کا دامن اب نہ ہرگز چھوڑنا — منہ نہ دروازہ سے اسکے موڑنا

نتیجہ

ایسے عابد اس جہاں میں کم نہیں — جنتی ہونے کا ہے جن کو یقیں
بدعتوں سے پر عبادت اونکی ہے — سب ریا اور زور طاعت انکی ہے
جاہلوں کو یہہ نہیں معلوم آہ — یہ عبادت انکی ہے خالص گناہ

آداب عیادت

کر عیادت دوست کی اے خوش صفات — اس کی بابت یاد رکھہ لیکن یہ بات
بول آہستہ . سمجھہ بالکل حرام — چند لمحوں سے زیادہ وہاں قیام
انس تجھہ سے ہو اگر بیمار کو — اور وہ خواہش کرے بٹھا رہو
دے تشفی اور شفا کی کر دعا — دل بڑھا اوس کا کہ یہ بھی ہے دوا

لطیفہ ۳۳

کہتے ہیں کوئی عیادت کے لئے — جاکے بیٹھا پاس اک بیمار کے
جم کے بیٹھا اس قدر مرد فضول — ہوگیا بیمار وہ آخر ملول
باتوں باتوں میں کہیں اُسنے کہا — پوچھنے والوں سے میں تنگ آگیا
سادہ لوحی سے وہ بولا بے خبر — کیا لگا دوں اٹھکے میں زنجیر در
بولا ہاں دیجے لگا زنجیر در — ہو نہ کچھہ تکلیف اٹھنے میں اگر
اور کرو دروازہ گر باہر سے بند — کچھہ یہ ہوگا آپکا احساں دوچند

حکایت ۳۴

ذوالنون اور دوست

مصر میں تھے اک ولی ذوالنون نام — قطب دوراں وقت کے اپنے امام
دل میں ان کے شور اٹھا ایک بار — کر دیا چاک گریباں تار تار
خانقاہ اور مدرسہ کو چھوڑ کر — خرقہ اور تسبیح سے منہ موڑ کر
پھینکا عمامہ کیا جبہ کو شق — جانب بازار نکلا مرد حق
اسکے شور ہاے وہو سے ناشناس — آ گئے تنگ اور گئے حاکم کے پاس
حکم حاکم نے بہ مجبوری دیا — اور روانہ قید خانے کو کیا
قید خانہ لے چلے ناقدرداں — آگے آگے ہو لیا وہ بے زباں
پیچھے پیچھے اسکے شاگرد اور مرید — اشک برساتے تھے ہو کے ناامید
دوست اسکے سب کے سب پیچھے چلے — گفتگو آپس میں یوں کرتے چلے
کب مناسب ہے کہ یہ مرد فقیر — بیکسی کی قید میں ہو یوں اسیر
حاشا للہ یہہ ولی باکمال — اور پڑے اسپر جنوں کا یہ وبال
ہم تو کہتے ہیں کہ یہ ہے راز کچھہ — خلق سے چھٹنے کا ہے انداز کچھہ
کچھہ کرو اسکی خوشامد کچھہ نیاز — آؤ مل کر اس سے پوچھیں کیا ہے راز
جو جری انمیں تھے اور تھے منہ چڑھے — جمع ہو کر سبکے سب آگے بڑھے
ڈانٹا اونکو دور سے ذوالنون نے — کیوں بڑھے آتے ہو یوں مجنون سے
بولے وہ اے اہل دل کے مقتدا — دوست ہیں ہم سے نہ راز اپنا چھپا
ہم ترے صادق محب اور یار ہیں — اس تری حالت سے دل افگار ہیں
کچھہ تو کہہ جس سے تشفی ہو ہمیں — کچھہ اشارہ کر تسلی ہو ہمیں
دل میں سوچا پا گئے یہ راز کو — چاہتے ہیں پھر پھینسا دیں باز کو
دوستی کا انکی لوں اب امتحاں — تاکہ صحبت سے ملے انکی اماں
ایک کے ڈھیلا کیا ایسا رسید — وہ ہوا جینے سے بالکل ناامید

دوسرے کے پشت پر لاٹھی کسی حالت اسکی جاں کنی کی ہو گئی
تیسرے کے لات ماری ران پر بھاگ اٹھے سب کے سب یہ دیکھکر
بھاگ اٹھے سب کے سب جب خوف سے قہقہہ پھر مار کر ذوالنون ہنسے
اور کہا۔ کیا ہیں یہی وہ ہرزہ گو کرتے تھے مجھ پر فدا جو جان کو

نتیجہ

کھلتی ہے زر کی حقیقت آنچ سے دوست کی اسوقت جب تب پا پڑے
وقت پر جو کام آئے دوست ہے دوستی کو جو نبھائے دوست ہے

حکایت ۳۵

پیش آیا ایک صوفی کو سفر چل پڑا اپنے گدھے پر بیٹھ کر
پہنچا جب ایک شہر میں وہ ریا خانقاہ میں جا بچھایا بوریا
خوب مالش کی گدھے کو باندھ کے گھاس اور دانہ کھلایا خوب اسے
پاسباں سے یہ کہا تاکید کر جانور کی تم ذرا رکھنا خبر
صوفیانِ خانقاہ خوش باش تھے تھے بڑے فیاض پر قلاش تھے
تھے وہ اخوان الصفا طینت کے پاک وارد و صادر سے کرتے تھے تپاک
آپا دھاپی کو سمجھتے تھے برا صاف دل تھے۔ اسقدر ایثار تھا
مال سے اپنے نہ کرتے کچھ دریغ ہے دوئی بہرِ اخوت تیز تیغ
اس مبارک مسئلہ پر کر عمل اوسکی وسعت میں نہ سمجھے کچھ خلل
بیچ کر خر کو وہ لائے ما حضر خوب دعوت میں دکھائی کروفر
یہ نہ سمجھے کون ہے کس کا ہے مال چور بھی کرتا ہے مہماں کا خیال
شب کو کی اک بزم حال وقال کی کودنے میں کی نہ یاروں نے کمی

وجد کا ایسا ہوا بازار گرم
خانقاہ کے شیخ نے وقت سحر
نعرہ مارا اور کہا با اہ تفت
سنکے یہ مصرع زبان شیخ سے
سمجھے حضرت بہی کہ کوئی رمز ہے
جب دیا سب نے اسی مصرع پہ زور
مالک خر بھی لگا کہنے یہی بد
صبح کو مجلس ہوئی برخاست جب
صوفئ سادہ دل و بحر صفا
جاکے دیکھا تو گدہا تہا وہانسے گم
پوچھا خادم سے کہ تو تہا پاسباں
کہہ سنایا ماجرا خادم نے سب
سرزنش کی اور کہا اے نیک نام
عرض کی خادم نے سنئے تو حضور
آنکھہ جب کھولی تو صوفی تہے کہڑے
ایسی حالت میں تو میں مجبور تہا
بولے صوفی جی کہ خوش قسمت وہ تھے
وقت پر آکے جو تو دیتا خبر
عرض کی میں کس طرح کہتا یہ حال
رات جب تھوڑیسی باقی رہ گئی
دوں خبر تجہہ کو میں آیا دوڑ کر

تہے جو منکر دل ہوئے انکے بہی نرم
جب پڑی مہمان پر اسکی نظر
خر برفت و خر برفت و خر برفت
جس قدر صوفی تھے رونے وہ لگے
روتے ہیں جو صوفیانِ نیک پے
پڑ گیا جب خر برفت و خر کا شور
اس نے بہی کی شیخ جی کی پیروی
چلدیے گہر اپنے صوفی سب کے سب
جانب اصطبل زین لیکر چلا
بیگئے۔ کرتے تھے ظاہر نقش سم
کچھہ پتہ دے۔ ہے گدہا میرا کہاں
روز روشن ہوگیا صوفی پہ شب
کی دغا مہماں سے تو نے لا کلام
اک ذرا اس میں نہیں میرا قصور
سر پہ میرے لاٹھیاں تانے ہوئے
روکتا اُنکو۔ میرا مقدور تہا؟
اسطرح ہاتھوں سے میرے بچ گئے
کیسی اونکی دیکھتے لیتا خبر
مجہکو مشکیں باندھکر آئے تہے ڈال
ایک نے آکر رہائی مجھہ کو دی
وجد میں بے ہوش تہا تو بہی مگر

تو بھی سب کے ساتھ تھا واں ناچتا — خر برفت و خر برفت زباں پہ تیری تھا
میں تو یہ سمجھا کہ ہے آگاہ تو — ہو گا حاصل کیا کہوں گرد و بدو
بولے صوفی جی کہ ہاں آتا ہے یاد — دے رہا تھا میں بھی اس مصرع کی داد
مجھ کو کیا معلوم تھا یہ مسخرے — پڑھ رہے ہیں وہ یہ مصرع طنز سے
میں یہ سمجھا یہ بھی ہو گی کوئی بات — جیسے ہوتے ہیں تصوف کے نکات
جاہلوں کی میں نے جو تقلید کی — اس کا پھل پایا خطا میری ہی تھی
ہو خدا کی لعنت اس تقلید پر — جاہلوں کی پیروی پر خاص کر

فائدہ

سچ ہے یہ تقلید سے چارہ کہاں — ہو محقق پھر کوئی بارا کہاں
جب تجھے تقلید ہی کرنی پڑے — زید کی کیوں ہو نہ ہو کیوں عمرو کی
دنیوی شرع میں ہے تقلید فرض — کیونکہ ہے اس امر میں میری غرض
ہو اگر قانوں الگ ہر فرد کا — قوم کا نظم و نسق سب ہو فنا
اور عبادت میں مگر نسخہ نہ یہاں — نیت خالص سمجھ طاعت کی جاں
بو حنیفہ اور مالک ہیں قدیم — جان انکا قول اور یوں ہے صمیم
ان میں بھی لیکن اگر ہو اختلاف — ٹھیک ہیں دو نو نہیں اس میں خلاف
چاہے اس پر چاہے اس پر کر عمل — وہم سے ڈالو نہ طاعت میں خلل
کام بے تقلید کے چلتا نہیں — یہ مگر تقلید کا منشا نہیں
سب جگہ ہی آنکھ کو اندھا ان کو — کام میں ذہن نہ ہم ... ٹھیک ہو
جہل سے تقلید پر ایسا اڑے — بھٹکے نابینا کنوئیں میں جا پڑے

حکایت ۳۶

کہتے ہیں لقماں بہت بدشکل تھا
حسن ظاہر سے نہ تھا حصہ ملا

عقل روشن تھی سیہ تھا گرچہ رنگ
تھا نہاں آئینہ گویا زیر زنگ

اس زمانہ کا یہی دستور تھا
اور یہی ہے اس غلامی کی بنا

آتے جو ہو کر لڑائی میں اسیر
خواہ وہ ہوتے جواں اور خواہ پیر

خواہ عورت خواہ بچہ شیرخوار
خواہ امیر اور خواہ بنگی اور چمار

سب کے سب فاتح کے ہوتے تھے غلام
ہوتی تھی بیع اونکی بازاروں میں عام

شامت تقدیر سے لقمان بھی
ہوگیا قید اک لڑائی میں کبھی

بکتا بکتا آیا اک تاجر کے پاس
تھا یہ آقا اوس کا گو مردم شناس

اوسکو سمجھا پھر وہ معمولی غلام
اسلئے لیتا تھا مزدوروں کا کام

کام میں گاڑیکے رکھتا تھا اُسے
تھا نہ واقف اُسکے علم اور عقل سے

بھیجے اک دن باغ میں سارے غلام
تاکہ لائیں میوہ چنکر وہ تمام

نصف پھل خود کھاگئے وہ بےحیا
اور نام آکر لیا لقمان کا

غصے ہو کر سرزنش آقا نے کی
بولا لقماں عرض اک سنئے میری

آپ کو لگ جائیگا فوراً پتا
فی الحقیقت کون میوہ کھا گیا

پانی میں لہسن کی پوتھی دیجے ڈال
آگ پر رکھیے کہ آجائے اوبال

گرم پانی سب کو پھر پلوائیے
ایک گھنٹہ کھیت میں بھگوائیے

جسنے کھایا ہوگا میوہ۔ آپ ہی
قے کے رستہ ڈال دیگا سب ابھی

بولا آقا یہ تو کچھ مشکل نہیں
پھر وہیں لہسن منگاتا ہوں یہیں

پیس کر لہسن دیا پانی میں گھول
پانی اس میں اور ڈالا چند ڈول

دیگداں پہ رکھ کے کی پھر آنچ نرم
پانی وہ اون کو پلایا گرم گرم

لاکے ڈورایا اونھیں میدان میں
پانی پانی ہوگئے اک آن میں

ختم کر کے دوڑتے کرنے لگے ۔۔۔ میوہ جب نکلا تو پھر ڈرنے لگے
پیٹ سے لقماں کے نکلا محض آب ۔۔۔ یہ کیا آقا نے پھر اوس سے خطاب
میں نے تیری قدر جو اب تک نہ کی ۔۔۔ اس میں میری کچھ خطا ہرگز نہ تھی
ذہن میں میرے نہ آیا یہ خیال ۔۔۔ سنگ خارا میں ہوا کرتا ہے لال
کرتا ہوں تیرے سپرد اے نیکنام ۔۔۔ آج سے کل گھر کا اپنے انتظام
تو سیہ کر چاہے اور چاہے سفید ۔۔۔ رکھ نہ مجھسے دخل کی بالکل امید

نتیجہ

حق سے پوشیدہ نہیں ہیں یہ عیوب ۔۔۔ کیونکہ وہ خلاق ہے دانائے غیب
ہے کرم رسوا جو وہ کرتا نہیں ۔۔۔ دفعتاً الزام بھی دھرتا نہیں
اور تیری رسی کو کرتا ہے دراز ۔۔۔ تاکہ تو رسوا نہ ہو آجائے باز

حکایت ۳۷

جڑ میں اک دیوار کے بیٹھا ہوا ۔۔۔ نقب دیتا رات کو اک چور تھا
صاحب خانہ شکم کے درد سے ۔۔۔ جاگتا تھا چھت سے نیچے جھانک کے
یوں لگا کہنے کہ اے قبلہ سلام ۔۔۔ سچ کہو حضرت یہ کیا کرتے ہو کام
خیر سے اب رات ہے آدھی گئی ۔۔۔ گزری ہیں آدھی یہ بھی گھڑیاں گئی
خاک پر بیٹھے ہو اور ہے ننگا سر ۔۔۔ ہے نہ گرمی کی نہ سردی کی خبر
تم مجھے یہ تو بتا دو کون ہو ۔۔۔ کس لئے کرتے ہو یہ کھٹ کھٹ کہو
چور نے جانا کہ ہے احمق کوئی ۔۔۔ سر اٹھا کر یہ کہا جی بندگی
دیتا ہوں تم پر حقیقت سب ہی کھول ۔۔۔ ڈھول والا ہوں بجاتا ہوں میں ڈھول
اُس نے پوچھا ہے حقیقت گر یہی ۔۔۔ کیوں نہیں آواز آتی ڈھول کی

ہنس دیا اور یہ دیا اسنے جواب
ہے میرے اس ڈہول کا الٹا حساب

اب بجاتا ہوں مگر اس کی صدا
صبح کو تم سب سنوگے بر ملا

جب چلا جاؤنگا میں اپنے نیک خو
ڈہول کی ڈہوں ڈہوں سنوگے کو بکو

تشریح

جو ر شیطاں آدمی دیوار ہے
نفس احمق سائل بیمار ہے

کہتا ہے شیطاں باآواز دہل
کھود پھینکونگا تری بنیاد کل

پر یہ انساں بھی عجب بیہوش ہے
روئی دے کر کان میں خاموش ہے

خواہ کتنی ہی لگائیں ٹھوکریں
ہوش میں لانے کی تدبیریں کریں

لیتا ہے غافل مگر کروٹ کہیں
آنکھ کھولے ایک دم ممکن نہیں

مکر شیطاں سے ہے یہ عاجز زبوں
کان پر اسکے نہیں چلتی ہے جوں

نشۂ غفلت میں بالکل چور ہے
اور شراب لہو سے مخمور ہے

وقت پیری ہوش آتا ہے ذرا
ڈہول کی آتی ہے کانوں میں صدا

کہیت چگ جائینگی جب چڑیاں تمام
پھر تأسف آئیگا ہرگز نہ کام

حکایت ۳۸

تھی خلافت حضرت فاروق کی
آگ کہتے ہیں مدینہ میں لگی

آگ تھی وہ یا خدا کا قہر تہا
اس کے شعلوں کی زبانیں زہر تہا

آگے جو آیا جلا سب خشک و تر
پانی میں گویا تہا روغن کا اثر

جب دکہاتی تھی وہ اپنا سوز و جوش
پتھر اور مٹی کو کر جاتی تھی نوش

آگ سے جب شہر آدہا جل گیا
پاس جس کے مال جو تھا جل گیا

وہ گئے پیش امیر المومنیں
اور کہا اے اشرف دنیا و دیں

کر دعا تیری دعا ہو گی قبول — تو ولی حق ہے اور یار رسول
آپ نے فرمایا ہے حق کا غضب — تم پہ نازل ۔ بخل ہے اُسکا سبب
دو یتیموں کو طعام اور نقد بھی — آگ یہ ورنہ نہیں بجھتی کبھی
یوں کہا سب نے امیر المومنیں — ہم کسی سے خیر میں کمتر نہیں
آپ نے سنکر کہا سچ ہے یہ اگر — ضائع ہوتا ہے تمہارا مال و زر
کرتے ہو خیرات بہر فخر و شاں — ترس و تقوی کا نہیں اسمیں نشاں

نتیجہ

ناں دے گر تو خدا کے واسطے — جان دے گر تو خدا کے واسطے
رزق میں برکت ترے دہ چند ہو — روح تیری خلد میں خرسند ہو

حکایت

کہتے ہیں تھا پوتڑوں کا اک امیر — صاحب علم و حیا روشن ضمیر
تھی طبیعت میں زبس جود و سخا — ہاتھ میں اسکے نہ اک پیسہ رہا
مال و دولت سب گیا اسکا نکل — جل گئی رسی جلا لیکن نہ بل
گھر میں ننگا ۔ بیٹھتا پر شام کو — بیٹھتا مجلس لگاکر نام کو
سر پہ رکھتا اک کلہ گوشہ شکن — اور کرتا شیروانی زیب تن
بھوک سے مرتا ولیکن کیا مجال — ہو پڑوسی کو بھی کچھ معلوم حال
دیگھیا تھا ایک اُسکا ہم نشیں — دنبہ کی چکتی کا اک ٹکڑا کہیں
چکنے کرتا ہونٹ اس سے ہر سحر — کھایا ہے گویا طعام تر بتر
دوست اسکے صاحب مقدور تھے — دوست پرور وہ بہت مشہور تھے
چاہتے تھے خود یہ ہو جائے مقر — اس لئے موقع کے سب تھے منتظر

تھے وہ خواہاں کچھہ سلوک اس سے کریں	تھے مگر موقع کے وہ سب فکر میں
ناگہاں اک شام کو وہ کل کے کل	کر رہے تھے دوست آپسمیں چہل
گھر سے آیا ایک لڑکا بھاگتا	اور یہ بولا سنو ابّا ذرا
جس سے تر کرتے تھے ہونٹونکو جناب	ملکے موچھوں کو دیا کرتے تاب
اسکو بلی لیگئی افسوس ہے	دیکھکر اس کو مجھے آتی تھی قے
جب سنا بچہ سے یہ محتال نے	باتوں باتوں میں لگا وہ ٹالنے
ملکے سب یاروں نے یہ اس سے کہا	ٹالنے سے اب نہیں کچھہ فائدہ
مشفقا اب پردہ داری چھوڑ دو	کچھہ مدد ملکر کریں ہم سے کہو
بولا بس اب کھل گیا سارا بھرم	ہاتھ میں میرے نہیں ہے اک درم

نتیجہ ۱

پیٹ خالی چکنا منہ پر تا بکے	درد والا ہائے کہہ اٹھتا ہی ہے

نتیجہ ۲

ظاہر اور باطن کو اپنے ایک کر	ورنہ نادم ہوگا اک دن بے خبر

حکایت

چینیوں اور رومیوں میں ایکبار	بحث تھی ہے کون بڑھکر دستکار
کہتے تھے چینی کہ نقاشی میں ہم	سب سے ہیں برتر کہیں جادو رقم
رومیوں کو تھا یہ دعوی انکے ساتھ	ہے سبک اپنا زیادہ تم سے ہاتھ
ٹھیری یہ تجویز دیواریں ہوں دو	بالمقابل ایک وہ ہر ایک کو
ایک پہ چینی کریں نقش و نگار	دوسری پر رومیان دستکار
درمیاں میں ایسا ہو پردہ پڑا	دیکھنے پائے نہ ایک کو دوسرا

رنگ و روغن سینکڑوں گو دام سے ‏ ‏ ‏ چینیوں نے ایک مہینے تک لئے
بنگئی دیوار تختہ باغ کا ‏ ‏ ‏ نام تک چھوڑا نہ اس پر داغ کا
رنگ آمیزی خصوصاً سحر تھی ‏ ‏ ‏ تھا مرقع یا کہوں اسکو پری
رومیوں نے کچھہ لیا روغن رنگ ‏ ‏ ‏ دستکاری کا تھا انکے اور ڈھنگ
دیدی تھی دیوار کو ایسی جلا ‏ ‏ ‏ بنگئی گویا حلب کا آئینہ
چینیوں کی دیکھکر کاریگری ‏ ‏ ‏ عقل سب لوگوں کی حیران رہگئی
پھر نظر کی آدمیوں کے کام پر ‏ ‏ ‏ پردہ جو اٹھا تو یہ آیا نظر
تھا مرقع چینیوں کا سا کچھا ‏ ‏ ‏ یک سر مو فرق دونوں میں نہ تھا
چینیوں کے نقش کا عکس و اثر ‏ ‏ ‏ جا پڑا تھا دوسری دیوار پر
تھی صفائی بلکہ اس میں کچھہ زیاد ‏ ‏ ‏ دیکھکر دینے لگے چینی بھی داد

نصیحت

کر حسد کو باہر اپنے سینہ سے ‏ ‏ ‏ دل کو کر تو صاف بغض و کینہ سے
ذکر حق سے قلب کی کر پھر جلا ‏ ‏ ‏ اور عادات ذمیمہ سے بچا
اتقا کر تو ولایت ہے یہی ‏ ‏ ‏ اور بڑی سب سے کرامت ہے یہی

حکایت

کہتے ہیں شیر خدا نے ایکبار ‏ ‏ ‏ ایک دشمن پر کیا خنجر کا وار
بھاگا ایسا زخم کھا کر پشت پر ‏ ‏ ‏ کی نہ مارے خوف کے پیچھے نظر
یہ کہاں ممکن تھا کر کے کوئی چھل ‏ ‏ ‏ شیر کے پنجہ سے یوں جائے نکل
کر تعصب جا گرا یا خاک پر ‏ ‏ ‏ تھے جدا کرنے کو تن سے اسکا سر
ناگہاں اس مشرک بے عقل نے ‏ ‏ ‏ چاند سے مکھڑے پہ تھوکا جہل سے

ہاتھ سے خنجر دیا حیدر نے چھوڑ
منہ لیا اس کافرِ بے دیں سے موڑ

چھوڑ کر اسکو ہوئے یکسو کھڑے
یہ کہا بخشا تجھے ہٹ جا پرے

در گذر تھی یہ خلافِ داب جنگ
رہ گیا کافر کھڑا حیران و دنگ

دست بستہ عرض کی لے پر کمال
ہو اجازت تو کروں میں اک سوال

موت تھی میری شرارت کی سزا
عفو میں حکمت تھی کیا مجکو بتا

مسکرا کر وہ ولیِ انس و جاں
یوں ہوئے اپنی زباں سے دُر فشاں

تجھسے تھی مجھکو نہ ذاتی دشمنی
تھی عداوت جسقدر للہ تھی

مارتا اسوقت میں تجھکو اگر
نفس کہتا دل میں اپنے پھول کر

انتقام اس سے لیا اچھا کیا
بے ادب تھا اپنی کچھ پائی سزا

مارتا تجھکو اگر میں اس طرح
منہ دکھاتا پھر خدا کو کس طرح

نفس کے کہنے پہ میں چلتا نہیں
راہ حق سے میں کبھی ٹلتا نہیں

شاہ دیں کا دیکھ کر ایثار وہ
شرک سے فوراً ہوا بیزار وہ

واقعہ جب یہ ہوا مشہور عام
لائی ایماں قوم بھی اسکی تمام

نصیحت

شیر حق سے لے سبق اخلاص کا
یوں ادا کرتے ہیں حق اخلاص کا

حلم کی تلوار کرتی ہے وہ کام
آ کے کرتے ہیں رجوع اعدا تمام

حکایت

اک جوان سادہ دل گِل خوار تھا
اس بری عادت سے وہ ناچار تھا

ایک دن عطار کی دکان پر
قند لینے جب گیا وقتِ سحر

یہ کہا عطار نے اے نوجواں
قند سے پر ہے میری ساری دکاں

مصر کی اور ہند کی اور چین کی
ہر طرح کی قند ہے ڈھیروں پڑی

قسم ہے موجود اعلیٰ اک سے ایک
صاف کہتا ہوں مگر اے مرد نیک

بٹے پتھر کے نہیں ہیں میرے پاس
مٹی کے ہیں پر نہ کر دل میں ہراس

وزن میں ہرگز نہیں ہے کوئی کم
گر نہ ہو تجھ کو یقیں کھالوں قسم

قند ہے درکار وہ بولا مجھے
بٹے ہوں پتھر کے چاہے خاک کے

دل میں لیکن یہ کہا۔ مٹی تری
ہے مرے نزدیک مصری کی ڈلی

بات کو پلڑہ میں رکھہ عطار تو
لگ گیا کرنے تبر کی جستجو

تاکہ ٹکڑا قند کا دے کاٹ کے
وزن میں جو ہو مساوی باٹ کے

اور جانب دیکھہ آنکھہ عطار کی
طبع للچا ہی گئی بیمار کی

باٹ دانتوں سے کترنے وہ لگا
خاک سے دوزخ کو بھرنے وہ لگا

پھر بچا کر آنکھہ چھوٹی سی ڈلی
جیب میں ہی توڑ کر فوراً دھری

دیکھتا عطار کن انکھیوں سے تھا
دل میں کہتا تھا کہ ہاں شیر اور کھا

خوف مت کر دل کا میں کھوٹا نہیں
اور چوری کر مجھے ٹوٹا نہیں

دیکھہ پاؤں میں کہیں ڈر ہے تجھے
مجھ کو یہ ڈر ہے کہیں تو کم نہ لے

نتیجہ

جال میں دانہ کو چڑیا دیکھکر
دل میں خوش ہوتی ہے لپنے اقتدر

دانہ کہتا ہے ذرا آگے بڑھ ہو
کھا دو دانہ مزا اسکا چکھو

نعمتیں دنیا کی جن میں ہیں مزے
تو نہیں کھاتا وہ کھاتی ہیں تجھے

ماؤں کو نصیحت

مٹی کا کھانا ہے اک عادت زبوں
بچہ کو اکثر وہ پڑ جاتی ہے یوں

پھوہڑ اسکی ماں ہے گر اور بے تمیز
ہاتھ میں بچہ کے دے کر کوئی چیز

کام میں مصروف ہو جاتی ہے آپ　　چھوڑ اُسکو جلکے سو جاتی ہے آپ

بچہ کی عادت ہے جو شے پائے گا　　منہ کی جانب قدرتاً لے جائے گا

سوندہی اور خوشرنگ مٹی کی ڈلی　　بچہ کو معلوم ہوتی ہے بھلی

اس قدر رغبت سے کھاتا ہے اُسے　　جس جگہ ہو ڈہونڈہ لاتا ہے اُسے

چاہیئے ماں کو خبر لیتی رہے　　کھیلنے بچہ کو مٹی سے نہ دے

ہو گئی بچپن میں خو جو استوار　　پھر نہیں جاتی کرو کوشش ہزار

حکایت ۴۸

مرتضےٰ کے پاس آئی دوڑتی۔　　ایک عورت۔ اور بولی اے علی

آپ ہیں مشکل کشا خیبر شکن　　آپڑی مشکل ہے مجھپر اک کٹھن

ایک ہی بچہ ہے اے مولا میرا　　جو نہیں اک سال سے ہرگز سوا

سی رہی تھی چھت پہ میں بیٹھی ہوئی　　کھیلتا تھا بچہ میں مصروف تھی

ہو گئی تھی ہاں یونہیں اکدم کی دم　　اسکی جانب سے توجہ میری کم

سچ ہے یہ۔ تقدیر ہوتی ہے اٹل　　پہنچا پرنالہ پہ وہ گھٹنوں کے بل

اب اگر جاتی ہوں میں اسکی طرف　　ہے گماں غالب کہ گر کر ہو تلف

دودہ کا لالچ دیا میں نے کبھی　　تھا جو کرنا وہ کیا میں نے سبھی

پر وہ پرنالے سے ہٹتا ہی نہیں　　جم گیا ہے صورت نقش نگیں

مسکراتا ہے مجھے وہ دیکھ کر　　بلیوں میرا اچھلتا ہے جگر

شاہ مرداں نے بیاں اسکا سنا　　لب کشا پھر یوں ہوئے مشکل کشا

اس کا ہمسن کوئی بچہ ہو اگر　　اور وہ بچہ اُسے آئے نظر

جب کشش ہم جنس کی پائیگا وہ　　دیکھکر فوراً ہی ہٹ آئیگا وہ

نتیجہ

اک وطن اور ایک سن اور اک زباں — اتحاد قلب کے ہیں یہ نشاں
ہے وطن کا رشتہ پر سب سے قوی — بلکہ ہے وہ دین و مذہب سے قوی

حکایت ۴۳

اک تھا فرمانروا مشرک کہیں — اسکے دل میں ہو گیا یہ جاگزیں
راہب اور قسّیس کو کر کے فنا — دین عیسیٰ کا نشاں دو نیں مٹا
آگ کی میدان میں اسنے مشتعل — بت کیا قائم اک اس کے متصل
حکم تھا اس بت کو جو سجدہ کریں — وہ رہا ہوں ورنہ ڈالو آگ میں
کتنے ہی نامرد ایماں چھوڑ کر — بت کو سجدہ کر گئے مونہہ سے ڈرے
ایک عورت گود میں بچہ لئے — سامنے جس وقت آئی آگ کے
بولی وہ مجھ سے نہیں ممکن کبھی — میں کروں پتھر کے بت کی بندگی
چھین کر بچہ کو ماں کی گود سے — آگ میں ڈالا جب اس نمرود نے
جی ہوا بچہ کی ماں کا تب نڈھال — مامتا نے کر دیا مضطر کمال
بت کے آگے تھی جھکانے کو وہ سر — بچہ بولا دیکھ ماں ایسا نہ کر
آیہاں اے ماں نہ ایماں اپنا کھو — آگ میں ہیں یاسمن اور نازبو
مومنوں کے واسطے یہ باغ ہے — منکروں کیواسطے یہ داغ ہے
نام کو گرمی نہیں اس آگ میں — اور نہیں سوزش کہیں اس آگ میں
یہ نہیں آتش یہ ہے باغ خلیل — اس میں ہیں موجود کوثر سلسبیل
تو بھی آ اور دوسروں کو ساتھ لا — حق نے اس کو مجھ پہ گلشن کر دیا
جا پڑی آتش میں وہ بھی کود کر — اور بولی اس طرح تفتہ جگر

جس کو آنا ہو وہ آئے بے درنگ ‏ اسجگہ ہے باغ کا سب رنگ ڈھنگ
مومناں پاک دین وخوش شعار ‏ آگ میں گھسنے لگے بے اختیار
دیکھ کر کافر بہت نادم ہوا ‏ آگ ہو کر آگ سے اُس نے کہا
آگ تیری خاصیت کیا ہوئی ‏ سست ہے کیوں تجھہ کیا پٹکی پڑی
پوجتے ہیں تجھہ کو جو صدہا برس ‏ تو جلا دیتی ہے انکو مثل خس
یہ ترے منکر ہیں انپر کیا سبب ‏ تجھہ کو کچھہ آتا نہیں غیظ وغضب
آگ نے اس سے کہا اے فتنہ خیز ‏ اندر آ تو۔ دیکھہ میں کیسی ہوں تیز
میں بھی بندی ہوں کسی کی یا نہیں ‏ اس کے آگے میری چلتی ہے کہیں
دیکھتی ہے کتیا کبھی دہقان کی ‏ غیر پر کرتی ہے حملہ کٹ کھنی
جب مگر ہوتا ہے آقا سامنے ‏ لوٹتی ہے پاؤں میں مہمان کے
بندگی میں ہیں نہیں کتیا سے کم ‏ ہوں رضائے حق کی تابع لاجرم

نتیجہ

آگ پانی خاک بجلی اور ہوا ‏ ابر ماہ ومہر اور ارض وسما
ہیں میرے خالق کے یہ بندے تمام ‏ حق کے ہیں نزدیک زندہ لاکلام
تجھہ کو یہ بے جاں جو آتے ہیں نظر ‏ فرق ہے تیری نظر میں فکر کر

حکایت ۴۹

مچھروں نے جمع ہو کر باغ میں ‏ مشورت کی اس ہوا کا کیا کریں
ٹکنے یہ دیتی نہیں ہم کو کہیں ‏ اب کہاں ہو جائیں پیوند زمیں
گر فضا میں کھولتے ہیں جا کے پر ‏ اور جڑتے ہیں کبھی دس پانچ سر
کرتے ہیں سامان راگ ورقص کا ‏ آ کے یہ بے رحم دیتی ہے اڑا

مصلحت ٹھہری یہ بعد از قیل و قال ۔۔۔ کیجئے پیش سلیمان عرض حال
حاضر آکر سب ہوئے دربار میں ۔۔۔ تاکہ عرض حال اپنا کچھ کریں
عرض کی مظلوم اور بیکس ہیں ہم ۔۔۔ بڑھ گیا ہے حد سے ظالم کا ستم
رحم کے قابل ہمارا حال ہے ۔۔۔ ظلم سے ظالم کے پتلا حال ہے
پنجۂ دشمن سے ہم کو دے نجات ۔۔۔ ہم ہیں مردہ اور تو آپ حیات
ہم ضعیف اور زار۔ دشمن ہے قوی ۔۔۔ کر قوی بازو ہمارا یا نبی
ہے تری تابع سبھی خلق خدا ۔۔۔ رحم کر اور ظلم سے ہم کو بچا
دستگیری کر ترا ہاتھ اے کریم ۔۔۔ ہاتھ ہے اللہ کا ہم ہیں سقیم
رہ گئے حضرت سلیماں سنکے دنگ ۔۔۔ پوچھا یہ ہے کون وہ بے نام و ننگ
ہے کسے مقدور۔ میرے خوف سے ۔۔۔ ظلم کوئی بھی جہاں میں کر سکے
بولے مچھر۔ آپ کی خادم ہوا ۔۔۔ دشمن جان بے حیا ظالم ہوا
ایک لمحہ کرکے کچھ فکر اور نظر ۔۔۔ حکم فرمایوں ہوا وہ دادگر
داستاں سنلی تمہاری تو تمام ۔۔۔ قاعدہ میرا رہا ہے یہ مدام
کل فریقوں کو بلاکر روبرو ۔۔۔ انسے کہتا ہوں کرو اب گفتگو
روبرو دونوں ہوں جب تک مرے ۔۔۔ جھوٹ اور سچ کا پتہ کیوں کر لگے
سن لوں اسکی بھی ہوا کہنی ہے کیا ۔۔۔ درحقیقت ہے بھی کچھ اس کی خطا
مچھروں نے عرض کی حکم حضور ۔۔۔ ہے بجا بلوائیے اس کو ضرور
حکم پاتے ہی ہوا حاضر ہوئی ۔ ۔۔۔ ہو گئے مچھر ہوا فوراً سبھی

فائدہ

کوئی شے ایسی نہیں ہے اے سعید ۔۔۔ ہو سبھی خلقت کے حق میں جو مفید
اور نہ ایسی کوئی ہے دنیا میں چیز ۔۔۔ جو مضر سبکے لئے ہو اے عزیز

سنکھیا ہے کسقدر قتال شے ۔۔۔ بعضے مرضوں میں مگر تریاق ہے
اکثر خلق خدا کا فائدہ ۔۔۔ جسمیں ہو اکثر۔ اسے اچھی بتا

حکایت ۴۵

عہد میں فاروقؓ کے ماہ صیام ۔۔۔ دیکھنے باہر گئی خلقت تمام
اک بلندی پر چڑھے بعضے جوان ۔۔۔ تاکہ وہ دیں چاند کا پہلے نشان
یہ کہا اک شخص نے دیکھ اے عمرؓ ۔۔۔ چاند ہے معمول سے باریک تر
آپ نے دیکھا نہایت غور سے ۔۔۔ دیکھ تو بھی یہ کہا اک اور سے
جب نظر آیا نہ دونو کو ہلال ۔۔۔ آپ نے اس سے کہا اے خوش خصال
ہاتھ کر پانی سے تر اور منہ پہ مل ۔۔۔ تاکہ ابرو کی کجی جائے نکل.
موئے ابرو کوئی ٹیڑھا ہو گیا ۔۔۔ وہ نظر آتا ہے تجھ کو چاند سا
اُس جواں نے دھو کے منہ دیکھا ادھر ۔۔۔ چاند کی جا چاند نا آیا نظر

فائدہ

بال ٹیڑھا ابروئے خم دار کا ۔۔۔ آسماں اور آنکھ کا پردہ بنا
جسکی ہو ہر چیز ٹیڑھی اے عزیز ۔۔۔ حق و ناحق میں اُسے کیا ہو تمیز

حکایت ۴۶

ایک عالم صالح اور دیندار تھا ۔۔۔ شاہ نے قاضی دیا اس کو بنا
یہ خبر سنکے وہ رویا زار زار ۔۔۔ کردیا چاک گریباں تار تار
اسکے نائب نے کہا روتا ہے کیوں ۔۔۔ آنسوؤں سے اپنا منہ دھوتا ہے کیوں
یہ تو ہے موقع مبارک باد کا ۔۔۔ جتنی تو شادی کرے ہے وہ بجا

کر خدا کا شکر جائے شکر ہے	وقت شادی کے نہ رو مانند نے
قسمتیں خلقت کی تیرے ہاتھ ہیں	دی گئی ہیں رکھہ امانت سے انہیں
کونسا اس سے ہے رتبہ یہاں بڑا	یہ سمجھہ تیرا نصیبہ جا لڑا
یہ کہا قاضی نے اسکی مشکلات	تجھہ سے ہیں پوشیدہ کب انیکذات
شخص دو آئیں گے میرے سامنے	خوب ہونگے جھوٹ پر دونوں تلے
سچ بھی آکر گر کہینگے بے شعور	جھوٹ کی چاٹ اُسمیں دینگے کچھہ ضرور
اتفاقاً مدعی گر سست ہو	شاہد عادل بہت ہی چست ہو
امر واقع کی نہیں ججھہ کو خبر	کہتے ہیں آکر کہ تو انصاف کر
توہی کر انصاف دل میں کچھہ ذرا	ججھکو لگ سکتا ہے کیا سچ کا پتا
دو ہیں عالم بیچ میں جاہل ہوئیں	وہ ہیں ظالم رحم کے قابل ہوں ہیں
جان و مال خلق ہیں کرنا قیاس	خوف سے خالی نہیں اے حق شناس
یہ کہا نائب نے سچ ہے یہ تمام	یہ بھی تو کر فکر تو اے نیک نام
وہ تو ہیں بیمار اور تو ہے صحیح	اندھے ہیں وہ دیکھتا ہے تو صریح
لیگئی حرص انکے ایمانکی ضیاء	اور غرض نے انکو اندھا کر دیا
تیری آنکھیں ہیں خدا کے فضل سے	دو نور روشن اُنسے کیا نسبت تجھے
لائیگا تو بھی غرض گر درمیاں	تیسرا اندھا ہے تو بھی بیگماں

نتیجہ

یاد رکھہ ثابت ہے یہ قول نبی	جائینگے دوزخ میں راشی مرتشی

نصیحت

عدل کی کرسی پہ تو بیٹھے اگر	رکھہ نہ اپنی کوئی شے پیش نظر
اپنے مذہب کا نہ کر ہرگز خیال	اپنے مطلب کا نہ کر ہرگز خیال

دوستی اور رشتہ رکھہ بالائے طاق	کیسا ہی کیوں ہو نہ گذرے تجھہ پہ شاق

بے ایمان دیانت دار

پاؤگے ایسے بہی تم حاکم کئی	جو نہیں ہیں درحقیقت مرتشی
گرچہ رشوت کو سمجھتے ہیں حرام	پر شفارش سے بنا دیتے ہیں کام
یا طبیعت کے ہیں ضدی اسقدر	بیٹھہ جائے بات اک دل میں اگر
یا نکل جائے زباں سے ناگہاں	اُس سے ہٹنے کو وہ سمجھیں کسر شاں
انہیں سے ہوتے ہیں بعض ایسے عزیز	کافر و مومن میں کرتے ہیں تمیز
فخر یہ کہتے ہیں ہم ہیں دیندار	دہرم پر ہے جان تک اپنی نثار
ہے بڑا بزدل فلاں اور ناشناس	اپنے مذہب کا نہیں کچھہ اُسکو پاس
یہ پڑہا بعضوں نے ہے الٹا سبق	ڈرتے ہیں اپنوں کو دیتے اسکا حق
بے تعصب تاکہ لوگ اُنکو کہیں	منہ کے آگے تاکہ وصف اسکا کریں
ہیں یہ ظالم سب نہیں گو مرتشی	اُن سے تو بہتر کہیں ہیں مرتشی
مرتشی ایمان کھوتا ہے۔ مگر	لے لواکر پیٹ تو لیتا ہے بہر
مفت میں ایمان کھوتے ہیں یہ سب	مفت بے ایمان یہ ہوتے ہیں سب

حکایت ۴۷

اک سپیرا چوک میں بیٹھا ہوا	کرتا تھا اک دن تماشہ سانپ کا
سانپ شائق بین کا تھا اس قدر	ہو گیا استادہ دم کی نوک پر
سانپ تھا یہ نوجوان و خوب رو	شوخ چکنا نرم نازک تند خو
اک سپیرا دوسرا جو چور تھا	فکر میں اُسکو اڑانے کی لگا
رات آئی۔ توڑ کر دیوار کو	لے اڑا وہ اژدرِ خوں خوار کو

جب سنپیرا جاگ اٹھا وقت سحر	سانپ جھولی میں نہ آیا پھر نظر
رزق کا اپنے ذریعہ پا کے گم	ڈھونڈھ ڈالے اسنے صندوق اور خم
سانپ کا اس نے نشاں پایا نہ جب	یہ دعا کرنے لگا اے میرے رب
یا الہی کچھ نہیں مشکل تجھے	سانپ میرا پھر جو مل جائے مجھے
چور نے جب ہاتھ ڈالا سانپ پر	تاکہ دیکھے اپنی چوری کا ثمر
ہاتھ کا لگنا تھا اسکے . یک بیک	ہاتھ کالے نے لیا اُس کا چٹک
گر پڑا وہ چور فوراً منہ کے بل	اور تن سے جان گئی اُسکی نکل
بولا مالک اُسنے جب دیکھا یہ حال	بچ گیا شکر خدا میں بال بال

فائدہ

کیوں نہیں ہوتی دعا میری قبول	ہے نرا یہ اعتراض از بس فضول
تجھ کو اپنی عقل پر بیجا ہے ناز	وہ حکیم مطلق و دانائے راز
بخشتا ہے اپنے بندے کو وہی	جانتا ہے جسمیں اسکی بہتری
کیا کمی ہے ورنہ اس دربار میں	دخل بندے کو نہیں اسرار میں
چونکہ ہم محتاج وہ رزاق ہے	ہم تو ہیں مخلوق وہ خلاق ہے
فرض ہے اپنا اسی سے مانگنا	چاہے دے چاہے نہ دے اسکی رضا

حکایت ۴۸

وقت فرصت کچھ جوانِ بےفکر و غم	کر رہے تھے دل لگی بیٹھے بہم
رفتہ رفتہ بات یہ بھی چل پڑی	وہ فلاں درزی بڑا ہے مفتری
لاکھ ہشیاری کرو اسکے لئے	پر نہیں رہتا وہ بے چوری کئے
اک سپاہی تھا وہاں بیٹھا ہوا	آکے شیخی میں وہ یوں کہنے لگا

ہیں یہ سب کہنے کی باتیں دوستو
میں لگاتا شرط ہوں تم کچھ بدو

جاؤنگا کل صبح کو میں ۔ دیکھنا
سامنے کٹواؤں گا اپنی قبا

میں بھی دیکھوں کیسا ہے عیار وہ
کسقدر چالاک ہے طرار وہ

مجھکو بھی دیدے اگر دہوکہ یقیں
ہار جاؤں اپنا گھوڑا اور زین

دوسرے دن لیکے ایک اطلس کا تھان
جاکے درزی سے کہا اے نوجوان

ہاں ابھی اس تھان سے میرے لئے
اک قبا تو کاٹ میرے سامنے

شہر میں چالاک تو مشہور ہے
پر یہ بندہ بھی بہت ہی دور ہے

آؤں گا ہرگز نہ تیرے داؤں میں
اور ہونگے داؤں دیتا ہے جنہیں

ایک ایک انگل کا کرلونگا حساب
انگلیوں پر ہے میرے سارا حساب

عرض کی درزی نے قبلہ بیٹھئے
شک یہ ڈالا کس نے دلمیں آپکے

عمر ساری ہو گئی کرتے یہ کام
ایک کترن تک سمجھتا ہوں حرام

پھر کسی الو کو دہوکہ دے بھی دوں
آپ جیسے سے بھلا دہوکا کروں

جانتا ہوں سینکڑوں جیسے سڑے
ناخنوں میں آپ کے ہوں گے پڑے

لیکے قینچی ہاتھ میں استاد جب
کاٹنے اطلس لگا وہ مرد تب

ہوکے چوکنا مقابل جم گیا
قینچی کے چشموں پہ دیں آنکھیں لگا

تہا بہت باتوں درزی اور ہنسوڑ
یاد تھے اسکو ہزاروں جوڑ توڑ

یاد تھے اسکو ہزاروں چٹکلے
چٹکلے کہنے شروع اسنے کئے

لطیفہ

ایک درزی کی کہیں شادی ہوئی
بیوی جو آئی وہ تھی لکھی پڑھی

تھے ہزاروں شعر استادونکے یاد
مانگتی تھی پڑھکے ہر شعر اس سے داد

پوچھتی پھر یہ کہ سمجھے آپ کیا — مطلب اس کا دیجئے ہم کو بتا
شعر فہمی سے اسے نسبت نہ تھی — اس لئے عیار نے چپ کھینچ لی
جبکہ بیوی نے کیا ناچار سخت — سر ہلانے لگ گیا وہ نیک بخت
بیوی بولی - ایلو - کہا جاؤں قسم — تم سمجھتے ہو مجھے دیتے ہو دم
وہ لگا کہنے کہ میری فہم میں — جو کچھ آتا ہے بتاتا ہوں تمہیں
میں تو یہ سمجھا ہوں وعدہ بالیقیں — بیوی میرے گھر تو تو ٹلتی نہیں

سنکے یہ آئی سپاہی کو ہنسی — اور زمیں پر پشت اسکی جا لگی
دیکھکر موقع لیا درزی نے کاٹ — فوراً اسکے تھان سے چوتھائی پاٹ
اٹھ کے جب بیٹھا سپاہی نے کہا — ہاں خلیفہ اور ہو اک چٹکلا
پھر سنائے ایسے ایسے چٹکلے — پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑے
ہنس کے جھکتا تھا زمیں پر اسقدر — جا لگا اک بار سر بھی فرش پر
دیکھ کر درزی نے احمق کا یہ طور — پھر لیا فوراً اڑا ٹکڑا اک اور
پھر کہا جب ہوش میں آیا جواں — اک لطیفہ اور بھی استاد ہاں
بولا درزی کام کرنے دو ذرا — ایڑ کیجے بس بگڑتی ہے قبا

تشریح

ہے سپاہی سے غرض وہ بے خبر — اپنے تقوی کے فقط جو زعم پر
سامنا کرتا ہے جا شیطان کا — ہے یہاں درزی سے شیطاں مدعا
عمر اطلس چٹکلے ہیں شہوتیں — راتدن قینچی ظرافت غفلتیں

حکایت ۴۹

کہتے ہیں اک شہر میں تھے چار یار — ہم نوالہ ہم پیالہ غم گسار

تھے جولاہے قوم سے وہ بے خرد — عقل سے عاری تھے مثل دام ودد
ملکے چاروں ایک مسجد میں گھسے — عصر کا تھا وقت دی بانگ ایک نے
بنگیا اون چار میں سے ایک امام — مقتدی باقی بنے اسکے تمام
اتنے میں مسجد کا ملا آگیا — وقت کی تنگی سے گھبرایا ہوا
کچھ نہ دیکھا اور دی فوراً اذان — مقتدی ایک بول اٹھا بھائی جان
آپ قصد یہ نہ کچھ فرمائیے — ہوچکی بانگ آپ بھی مل جائیے
دوسرے نے سنکے اس سے یہ کہا — بولنا اسوقت بالکل ہے خطا
بولنے سے فسخ ہوتی ہے نماز — چاہیئے اس میں نہ کچھ غیر از نیاز
تیسرے نے سنکے اسکا یہ کلام — یہ کہا خاموش رہ اے مرد خام
ہے عجب نادان تو اے خود پسند — خود فضیحت غیر کو کرتا ہے پند
رہ گئے تھے ایک فقط باقی امام — وہ بھی آخر کہہ اُٹھے قبل از سلام
شکر حق کا میں رہا ثابت قدم — میں نہ بولا کچھ یہ ہے اسکا کرم

نتیجہ

عیب اپنا دیکھنا آساں نہیں — دیکھتے ہیں اپنے عیب اہل یقیں
غیر کو کرنی نصیحت عار فا — اور خود ہونا فضیحت عار فا
اس سے آساں تو نہیں کوئی بھی کام — شرم کرنے کا مگر ہے یہ مقام

فائدہ

قول ہے یہ حضرت لقمان کا — اور مسیح صاحب عرفان کا
حق میں تیرے جو نہیں ہے سودمند — غیر کے حق میں نہ کر اس کو پسند

یہ اگر رکھے کوئی زیر عمل
ظلم ہو سرزد نہ اس سے تا اجل

حکایت

اگلے وقتوں میں کہیں تھا اک امیر
خصلتیں تھیں اکثر اسکی بے نظیر

نیک سو تھا نیک خو قابل بہت
پر یہ شامت تھی کہ تھا کاہل بہت

سجدہ سے اتنا چراتا تھا وہ دم
بھول کر رکھتا نہ مسجد میں قدم

اک غلام اسکا تھا سنقر نام کا
اپنے آقا کا بہت تھا منہ چڑھا

تھی خلاف آقا کے اس کی چال ڈھال
وہ نمازی اور عابد تھا کمال

ایک دن کرکے ارادہ غسل کا
جانب حمام آقا جب چلا

ہاتھ میں رومال اور صابون کو
چل پڑا لیکر غلام نیک خو

بانگ کی آواز مسجد سے سنی
اپنے آقا سے یہ فوراً عرض کی

ٹھہریں آپ اتنا کرم مجھپر کریں
صبح کی کرلوں ادا دو رکعتیں

جاؤ بولا وہ امیر نیک دل
بیٹھتا ہوں میں کہیں یاں متصل

فرض کر حق کا ادا وقت سحر
میرے حق میں بھی دعا کرنا مگر

کر چکا جب ایک ساعت انتظار
اور نہ نکلا سنقر والا تبار

مقتدی سب اور امام آیا نکل
پڑھ کے پڑ رہنا تھا جو کچھ ورد و عمل

ہو چکی جب دوسری ساعت تمام
در پہ مسجد کے وہ آیا نیک نام

اور لگا کہنے کہ سنقر کیا ہوا
سی دیا کسنے وہاں دامن ترا

بولا سنقر ایک ساعت ٹھہرئیے
کیا کروں آنے نہیں دیتے مجھے

اُس کے آقا نے کہا وہ کون ہے
جو تجھے مانع ہے اے فرخندہ پے

یہ دیا سنقر نے آقا کو جواب
میں بتاتا ہوں ہے اتنا کیوں عتاب

باہر آنے وہ نہیں دیتا مجھے
اندر آنے جو نہیں دیتا تجھے

نتیجہ

ہے اگر درکار دل کی زندگی
بندگی کر بندگی کر بندگی
منکر سجدہ نہ ہو شیطاں نہ بن
آدمیت سیکھ اور حیواں نہ بن
ہو اگر بندہ میں اخلاص نیاز
کل فواحش سے بچاتی ہے نماز
دخل ہے اس میں ریا کا کچھ اگر
ہے نماز ایسی سقر کی راہبر
کرنا پورا رسم اور عادات کا
محض ضائع کرنا ہے اوقات کا

حکایت ۱۵

صبح کا تھا وقت اور فصل بہار
توڑ لی ایک اونٹ نے اپنی مہار
ایک طرف آہستہ آہستہ چلا
راہ میں اسکو کہیں چوہا ملا
موش ناداں دیکھکر اس اونٹ کو
دلمیں یوں کہنے لگا جو ہو سو ہو
سر ہے چھوٹا اسکا اور قد ہے طویل
حمق کی اسکے یہ کافی ہے دلیل
چھوڑنا اسکو نہیں اب زینہار
تھام لینی چاہیے اسکی مہار
لی لپک کر ڈور منہ میں اور شریر
اونٹ کو یوں لے چلا کر کے اسیر
اونٹ نے بھی یہ مذاق اس سے کیا
پیچھے پیچھے بے تکلف ہو لیا
چلتے چلتے راہ میں وہ ناگہاں
دیکھتے ہیں کیا کہ دریا ہے رواں
دیکھ کر پانی گیا چوہا ٹھٹک
اونٹ کا تکتا رہا منہ دیر تک
اونٹ نے پوچھا بتا اے راہبر
کیا ہوا کیوں ڈر گیا تو اس قدر
یہ کہا چوہے نے ہو کر منفعل
بھائی اس پانی سے دہلا مرا دل
اونٹ بولا ڈر نہ تو جاتا ہوں میں
کسقدر پانی ہے بتلاتا ہوں میں
اونٹ دریا میں گھسا ٹھیرا وہاں
اور کہا پایاب ہے دریا یہاں

دیکھ ٹخنے تک بھی جب ڈوبے نہیں — غرق تو ہو ایسا ممکن ہے کہیں
بولا چوہا خوب فرمایا جناب — چاہتے ہو مجھ کو کرنا غرق آب
ٹخنے تک بھی آپ کے پانی جو ہو — مجھ سے لاکھوں کو نہ دیگا وہ ڈبو
اونٹ نے ہنسکر کہا پھر طنز سے — بس اسی برتے پہ تھے رہبر بنے

نتیجہ

ہو اگر اندھوں کا اندھا ہی امام — جل کے خندق میں گرینگے وہ تمام
ایسی کشتی کو ہمیشہ ہے خطر — جس کا کشتی باں ہو بالکل کم نظر

فائدہ

خود نقائص سے نہیں ہیں جو بری — وہ کرینگے قوم کی کیا رہبری

بیعت رسمی

بیعت توبہ فقط مسنون ہے — بیعت سلطاں بھی ماذوں ہے
فرض و واجب بیعت رسمی نہیں — ہے سند اسکی نہ سنت میں کہیں
کر اگر بیعت کرے تو۔ دیکھ کر — جان کھیل اسکو نہ تو اے بے خبر
پیر ہیں اکثر تو بالکل نام کے — ہیں نہ دنیا کے نہ دیں کے کام کے
اور بہت سے ہیں نہایت خوفناک — ہے جگر تقوی کا جن سے چاک چاک
بعض ہیں پتلے ریا کے سر بسر — کاکلیں چھوڑے ہوئے ہیں تا کمر
صوف میں لپٹے ہوئے ہیں کل کے کل — مجلسوں میں خوب کرتے ہیں وہ غل
یہ درندے بکریوں کی کھال میں — جاہلوں کو ہیں پھنساتے چال میں
گرچہ ظاہر میں ہیں بالکل راستباز — رکھتے ہیں ابلیس سے پر ساز باز
ہیں ولی کے بھیس میں شیطاں چھپے — ہاتھ میں انکے نہ ہرگز ہاتھ دے
جیسے طالب ویسے ہی مطلوب ہیں — یہ ہیں جاہل اور وہ مسلوب ہیں

خود یہ فرماتا ہے قرآن شریف — طالب و مطلوب دونوں ہیں ضعیف

شیخ گر ملتا نہیں ہے متقی — اہل دل اور تابع شرع نبی

کیوں ہوا ہے لغو رسموں کا اسیر — کیا نہیں کافی تجھے فرقان پیر

کیا نہیں کافی تجھے اس کی حدیث — بھاگتا تھا جس سے شیطاں خبیث

کیا نہیں کافی تجھے شافع رسول — ڈھونڈھتا ہے کیوں شفاعاتِ فضول

کیا ولی اور کیا نبی اور کیا امام — کیا شہید راہ حق شیخ انام

الغرض ہیں جسقدر چھوٹے بڑے — نفسی نفسی سب پکارینگے کھڑے

سب اسی نوشہ کی دیکھینگے طرف — جس کو ہے الا باذنہ کا شرف

شان میں جسکی ہے مازاغ البصر — صاحب لولاک وہ خیر البشر

تھا خیال قوم جس کو تا حیات — اور زبان پر امتی وقت وفات

روز آخر حشر کے میداں میں بھی — جو کہیگا امتی اہ امتی

ہے وہی سنت کا اس کی پابند — ہوگا جو امت کا اسکی دردمند

اس طریقہ میں بھی ہیں چھوٹے مگر — دور رہ انسے بھی تو اے بے خبر

یعنی ایسے مدعی بھی ہیں نہ کم — جو کہ حب قوم کا بھرتے ہیں دم

کہتے ہیں ہم قوم کے ہمدرد ہیں — جان کی پروا نہیں وہ مرد ہیں

پر محبت قوم کی آساں نہیں — نفس کی گردن زنی آساں نہیں

ہو فنا فی القوم پہلے اے حبیب — ہو قبول عام پھر تجھ کو نصیب

آپ فوارہ ہے تیری اک مثال — یاد رکھ انجام تیرا ہے زوال

ہے اجازت جسقدر چاہے اچھل — آئیگا آخر کو نیچے سر کے بل

لے اگر لیتا ہے چشمہ سے سبق — کرتا ہے محنت سے جو خارا کو شق

لوٹتا ہے پاؤں میں ہر سنگ کے — فائدے لیتا ہے وہ ہر رنگ کے

کام وہ رکھتا ہے اپنے کام سے | کچھ غرض ہوتی نہیں ہے نام سے
سر جھکائے خاک پر چلتا ہے وہ | ہر قدم پہ پھولتا پھلتا ہے وہ
خاکساری جسقدر کرتا ہے وہ | عجز و زاری جسقدر کرتا ہے وہ
قوم بھی کرتی ہے پھر اس کی مدد | یعنی آملتے ہیں چشمے بے عدد
بنکے دریا ابر رحمت کی مثال | فیض سے کرتا ہے ملکوں کو نہال

حکایت ۵۲

تھا عماد الملک نواب ھرات | کہتے ہیں تھی ابر رحمت اسکی ذات
تھی رعیت اور مسافر اس سے خوش | اہل حرفہ اور تاجر اس سے خوش
بادشاہ کرتا تھا اسکا اعتبار | شاہ پر کرتا تھا وہ بھی جان نثار
پانسو رکھتا تھا وہ چیدہ غلام | سب کے سب تھے باوفا و نیکنام
تھے نہ بندے اسکے وہ فرزند تھے | اپنے آقا کے وہ سب دل بند تھے
گردنوں میں طوق زریں تھے پڑے | تاج تھے انکے جواہر سے جڑے
تھیں قبائیں اطلس و کمخواب کی | گنگا جمنی پیٹیاں انپر بندھی
شہر میں پھرتی تھیں انکی ٹولیاں | بولتے تھے ہر کسی پر بولیاں
بانوا بازار میں جاتا تھا ایک | گرچہ تھا منہ پھٹ مگر دل کا تھا نیک
اسقدر محتاج تھا و نیک خو | تن پہ تھا اسکے نہ کپڑا نام کو
آسماں کی سمت منہ کر کے کہا | میں بھی ایک بندہ ترا ہوں ایخدا
بجتے ہیں جاڑے کے مارے جسکے دانت | قل ہو اللہ پڑھتی ہے ہر ایک آنت
ہیں عماد الملک کے بندے یہ سب | بندہ پرور انسے ہے اسکا لقب
فربہ و پرور دہ ہیں اس کے غلام | سب کے سب خوش پوش اور با احتشام

پھرتے ہیں اتراتے کیسے کو بہ کو … پالنا بندوں کا اس سے سیکھ تو
اور شے ہے خالقی وسروری … پر نہیں آساں بندہ پروری
کچھ دنوں پیچھے بہ تقدیر خدا … بخت جب الٹا عماد الملک کا
بادشاہ نے قید میں بھیجا اوسے … کارخانہ اُسکے سب لٹوا دئے
مار کر ٹکڑے غلاموں کے کئے … دست وپا اُنکے شکنجہ میں دئے
اُن سے پوچھا ہاں دفینہ ہے کہاں … اور آقا کا خزینہ ہے کہاں
نکلے لیکن سب کے سب ثابت قدم … بھید تھا معلوم پر مارا نہ دم
بانوا بھی دیکھتا تھا سب یہ حال … ہوگیا بیہوش اور غم سے نڈھال
آکے ہاتف نے کہا اے خوش سیر … کیا کہا تھا قول اپنا یاد کر
بندہ بننا بھی تو اسے سیکھ لے … اپنے رب کو پھر کبھی طعنہ نہ دے

نتیجہ

ہو نہ مشرک کر خدا پر اعتبار … دیکھ تو پھر فضل کی اسکے بہار
بندہ ہونے میں ترے ہوگا کلام … ورنہ بندہ پروری ہے اسکا کام

حکایت ۵۳

ایک شہ کے پاس آئے دو غلام … تھے وہ دونوں حسن میں ماہ تمام
خوشنویسی میں تھے آقا وعماد … نظم میں بدر و نظامی سے زیاد
مانی وبہزاد تھے تصویر میں … اور نظام الملک تھے تدبیر میں
تھے ارسطو دانش واخلاق میں … اور فلاطوں حکمت اشراق میں
ریزہ چیں انکا لغت میں جوہری … نحو میں تھے ابن حاجب اور رضی
اصمعی سے بڑھکے دونو تھے ادیب … تھے فصاحت میں بھی سحبانکے رقیب

جڑتا تھا موتی ہر ایک تحریر میں | پھول منہ سے جھڑتے تھے تقریر میں
علم میں تاریخ کے تھے بے نظیر | واقدی ایک دوسرا ابن اثیر
ہندسہ میں اُنکو تہا ایسا کمال | بدر تھے وہ اور اقلیدس ہلال
طب حدیث و فقہ قران و نسب | ابن سینا کی طرح تھے حفظ سب
علم مجلس اور آداب طعام | علم تدبیر سیاست اور کلام
الغرض ہر علم میں وہ طاق تھے | نیزہ و شمشیر میں مشاق تھے
ایک سے ایک تھا بڑھکر ہر طرح | تھی عنایت شاہ کی اُنپر ہر طرح
دل میں گذرا شاہ کے اندیشہ یوں | امتحاں میں آج ان دونو نکالوں
ایک کو تنہا بلا ایوان میں | یہ کہا چپکے سے اس کے کان میں
یہ جوان تیرا جو ہے یار و رفیق | حال پر جسکے تو ہے اتنا شفیق
کرتا رہتا ہے تری بدگوئیاں | تیری غیبت اسکے ہے ورد زباں
چور ہے گندہ ہے جھوٹا ہے حقیر | تجھکو کیا کیا یہ نہیں کہتا شریر
یہ توجہ سے رہا سنتا مگر | مسکرا کر یہ کہا اے دادگر
آج تک دیکھا نہیں میں نے کوئی | اسکے جیسا نیک و بے نفس آدمی
دوست میں وہ دیکھتا ہے عیب گر | منہ پہ کہدیتا ہے اسکے بے خطر
آزمایا اُسکو میں نے بارہا | جھوٹ کی عادت نہیں اسمیں ذرا
ہے یہ ممکن مجھہ میں ہوں یہ عیب سب | ورنہ وہ کہتا نہ ہرگز بے سبب
شاہ نے اس سے کہا پھر غصہ ہو | تجھہ میں. جا غیرت نہیں ہے نام کو
پھر بلایا دوسرے کو اپنے پاس | اور کہا سن غور سے اے حق شناس
کیا سبب ہے جو ترا یار فلاں | عیب صدہا تجھہ میں کرتا ہے بیاں
تجکو کہتا ہے بڑا غدار ہے | چور ہے کذاب ہے مکار ہے

سنکے آیا اسکو غصہ اس قدر	گر رہے تھے جھاگ منہ سے فرش پر
سیکڑوں دشنام پھر اسکو دیئے	چھان ڈالے عیب اصل اور نسل کے
بادشاہ نے یہ کہا خاموش ہو	ہو گئی معلوم مجھہ کو تیری خو
دیکھنا تہا مجھہ کو۔ کرکے سینہ چاک	کونسا تم میں سے ہے باطن کا پاک
اس کا دل ہے صاف تیرا ہے پلید	تو ہے شیطاں اور وہ مرد سعید

نتیجہ

اچھی گر صورت ہو اور سیرت بری	تف ہے اس صورت پہ ہو گو وہ پری

فائدہ

آدمی گر عیب اپنے دیکھتا	فرصت اپنے سے نہ پاتا وہ ذرا
ہے خودی میں محو وہ بیشک وریب	اس لئے ہے دیکھتا اوروں کے عیب
نیک بخت ایسے ہی ہوتے ہیں چند	جو نہیں ہیں عیب چیں اور خود پسند
آئینہ ایماں کا رکھہ کر روبرو	دیکھتے ہیں عیب اپنے مو بہ مو

حکایت ۵۴

مور ایک جنگل کے اندر اپنے پر	پھینکتا جاتا تھا دم سے نوچ کر
تھا وہاں موجود دانشمند ایک	دیکھتا تھا غور سے وہ مرد نیک
مور سے اسنے کہا یہ دیکھہ کر	دل نہیں کرتا ترا اے جانور
ان پروں کو لوگ کیا کیا شوق سے	رکھتے ہیں قرآں کے اندر ذوق سے
ان پروں کے پنکھے ہر صبح و مسا	رخ پہ محبوبوں کے کرتے ہیں ہوا
تیری ناشکری و بے باکی ہے یہ	ہے خبر بھی کس کی نقاشی ہے یہ
مور سنکر یہ نصیحت چپ رہا	اشک آنکھوں سے دے لیکن بہا

گریہ اسکا اسقدر تھا دردناک تھا ہر اک کرتا گریباں سنکے چاک
اشک جو نکلے جگر کے سوز سے دیکھکر پتھر بھی اسکو رو پڑے
اشک جو چھوٹے ہوں اے جان پدر اُنپہ ہنستے ہیں سبھی دیوار و در
مور نے آخر دیا اس کو جواب اے حکیم با خرد عالی جناب
مبتلائے رنگ و بو ہے تو عزیز اصل شئے کو دیکھ اے صاحب تمیز
مجھسے پوشیدہ ہیں کب میرے ہنر میرے عیبوں کی بھی ہے مجھکو خبر
گوشت ہے میرا نہایت بدمزہ ہے جہاں میں کون مجھسا زشت پا
پر ذرا یہ بھی بتا اے ذوفنوں جستجو میں ہے میری صیاد کیوں
ہیں میرے دشمن یہی نقش و نگار میری خوبی نے کیا مجھکو شکار
نیلگوں گردن نہ ہوتی کاشکے خوبصورت یہ نہ ہوتے پر مرے
فکر و غم ہوتا نہ ہرگز جان کا دور ہر اک شخص مجھسے بھاگتا

تمثیل بامرِ واقعہ

آج گذرے اس کو پینتالیس سال حق نے بھیجا ہند پر اپنا وبال
کمپنی کی فوج بگڑی ہر کہیں ہو گئی کچھ بدگمانی دل نشیں
افسروں کو مار کر وہ بدشیم عورتوں اور بچوں پہ کرکے ستم
ہر طرف سے جانب دہلی چلے ظلم میں وہ بیوفا حد سے بڑھے
راہ میں جو شہر یا قریہ ملا لوٹ کر خاک سیاہ اسکو کیا
باغیوں کی ایک فوجِ غانمیں ایک چھوٹے شہر سے گذری کہیں
تھے وہ عاری دین سے اور شرم سے سب کے سب خالی حیا اور رحم سے
لوگ وہاں نکلے دیکھکر ڈرنے لگے جستجو ہمدردگی کرنے لگے
اک ولیِ حق کا تھا اس جا قیام قطب وقت اور عہد کا اپنے امام

پاس اس کے آئے وہ سب دوڑتے
التجا کی۔ تا شفاعت وہ کرے
رحم آیا اُسکو اُنکے حال پر
ہو لیا وہ ساتھہ انکے بے خطر
کی سفارش اُنکی اُسنے فوج سے
بچگئے بحر فنا کی موج سے
کچھہ دنوں کے بعد پھر بدلی ہوا
دور دورہ خنجروں کا ہوگیا
جب ہوا معدوم فوجوں کا فساد
خوب نکلے باہمی سب کے عناد
عقل چل دی حاکموں کو کر سلام
سر چڑھا اُنکے جنون انتقام
دعوئ تہذیب سب نکلا دروغ
عقل کو غصہ کے آگے کیا فروغ
عقل اور تہذیب سب جاتی رہی
آدمیت بھی نہ کچھہ باقی رہی
تھے فرشتے عدل میں جو نامور
بنگئے غصہ میں چنگیز و تمر
جنکے بچے ننّے ننّے پھول سے
جا بکیں مارے ظالموں کے ہولسے
ہوش انکے کسطرح قائم رہیں
ماری جائیں جنکی نازک عورتیں
حاکموں کی ہوگئیں عقلیں خفیف
بےگنہ ٹانگے گئے لاکھوں شریف
ایک مجرم کی جگہ سو بے خطا
مار ڈالے پھر نہ دل ٹھنڈا ہوا
عقل ایک لارنس کی قائم رہی
اور ریچ کے ننگ نے بھی خوب کی
اسطرف خاتون انگلستانکا دل
اس ستم کو دیکھکر تھا مضمحل
اس کا شوہر رحم کا پتلا تھا جو
جس کی تھیں مشہور عادات نکو
تھا فرشتہ قالب انسان میں
جب پڑا یہ ظلم اس کے کان میں
ہوگیا بےچین بالکل بے قرار
کہتے ہیں روتا تھا ہر دم زار زار
ہو نہ گروہ بے گناہوں کیطرف
اور لاکھوں بے گنہ ہوتے تلف
ایسے وقت بد میں وہ عالی تبار
ہوگیا حاسد کے کینہ کا شکار
باغ عرفاں کا گل صد برگ تر
دشمنوں کو خار آتا تھا نظر

موذیوں نے یہ خبر حاکم کو دی
سازش اُسکی باغیوں کیساتھہ تھی

باغیوں کے ورنہ کیوں جاتا وہ پاس
اور انکو کیا پڑا تھا اسکا پاس

یہ نہ کی تحقیق حاکم نے ذرا
کیوں گیا تھا کام اسنے کیا کیا

تھی کسے فرصت بھلا تحقیق کی
لگ رہی تھی ملک میں اک آگ سی

تھی یہی کافی انہیں بس اک دلیل
ہے یہ موقع ہوں بُرے سارے ذلیل

جنکے ہوں کہنے میں اک خلق کثیر
مصلحت تھی بے خطا ہوں وہ اسیر

ہو جو لالہ زار میں ڈوڈا بلند
خود پسندوں کو نہیں آتا پسند

اعتراض انپر ہے اب کرنا فضول
ہوں یہی شاید حکومت کے اصول

تھی مشیت جب یہی. کسکا قصور
بات جب ہوتی تھی وہ ہوتی ضرور

جانتا تھا وہ ولی حق یہہ راز
تھا اوسے تسلیم امر حق پہ ناز

غیب کے پردہ میں جو تھا مستتر
آرہا تھا فاش اُسکو وہ نظر

بے گنہ تھا شوق حق میں تر زباں
مثنوی کا شعر تھا یہ ہر زباں

دشمن طاؤس آمد پرّ او
اے بسا شہ را بکشتہ فرّ او

حکایت ۵۵

عہد میں فاروق کے اک بے حیا
چوری کرتے میں کہیں پکڑا گیا

لائے جب اُسکو حضور دیں پناہ
اور ثابت ہوگیا اس پر گناہ

یہ ہوا حکم امیر المومنیں
ہاتھہ کاٹو جرم میں کچھہ شک نہیں

سنکے یہ چلا اٹھا وہ بے شعور
رحم کیجے ہے میرا پہلا قصور

ہم نشینوں نے شفاعت کی بہت
دردمندوں نے حمایت کی بہت

اک نہ مانی اور کہا فاروق نے
حد کرو جاری ہمارے سامنے

جھوٹ یہ بکتا ہے مجھ کو ہے یقیں اسکی پہلی یہ خطا ہرگز نہیں
ہے میرے رب کی یہ ستاری سے دور اس غنی کی ہے یہ غفاری سے دور
یوں فضیحت اپنے بندہ کو کرے اور توبہ کی نہ دے مہلت اسے
یہ سمجھ کر جائے گا اب بھی سنبھل ہے سزا میں کرتا حق لیت ولعل
باز آتا نہیں جب بے حیا کرتا ہے آخر کو رسوا برملا

حکایت ۵۶

شہر سے صحرا کی جانب ایک بار جاتے تھے دوڑے مسیح نامدار
پیچھے مڑ کر دیکھتے تھے ہر قدم جیسے خائف دیکھتا ہے دمبدم
چڑھ گیا تھا دم قدم تھے رہ گئے بھاگتے جاتے تھے دم لیتے نہ تھے
دیکھکر ایک شخص نے انکا یہ حال چاہا ٹھہرا کر کرے اُن سے سوال
مڑ کے عیسٰےؑ نے نہ کی لیکن نظر چال اپنی اور بھی کی تیز تر
یہ بھی بے فکرا بڑا آزاد تھا باندھے دامن اور پیچھے ہولیا
تھک گیا جس وقت یہ مرد ظریف یوں کہا عیسٰےؑ سے ہوکر کچھ خفیف
آپ کو ہے اپنے اللہ کی قسم جو رکھیں اب آپ آگے کو قدم
مسکرائے عیسیٰؑ فرخندہ فال اور کہا اُس سے کہ کر اپنا سوال
یہ کہا اس شخص نے فرمایئے آپ یوں جاتے تھے بھاگے کس لئے
بھیڑیا پیچھے ہے یا شیر ببر دشمنوں کو آپکے کس کا ہے ڈر
مار کر عیسٰےؑ نے فوراً قہقہا یہ کہا جاتا تھا میں رہ میں چلا
ایک احمق پڑ گیا میری نظر بھاگ اٹھا تھا اُسے میں دیکھ کر
سنکے یہ حیران ہوا وہ آدمی دست بستہ عرض خدمت میں یہ کی

کیا نہیں ہیں آپ اللہ کے رسول
جنکی ہوتی ہیں دعائیں سب قبول

اسم اعظم یاد ہے وہ آپ کو
جس کے آگے سب مصیبت گرد ہو

قم باذنی گر کہو دعوی کیساتھ
ڈال دے باہر کفن سے مردہ ہاتھ

لنگڑے لولے اور اندھے بے نصیب
مرگی والے اور دیوانے غریب

آپ کی اک چھو سے اچھے ہو گئے
پھرتے ہیں بازار و نیں چنگے بھلے

کیا علاج احمق کا کر سکتے نہیں
یہ تو کچھ آتا نہیں مجھ کو یقیں

سنکے یہ تقریر کل حضرت مسیح
بولے سب کچھ جو کہا تو نے صحیح

تجربہ اپنا بتاتا ہوں تجھے
آپ بیتی ہیں سناتا ہوں تجھے

اسم اعظم ہیں نے مردہ پر پڑھا
ہوگیا وہ حکم خالق سے کھڑا

دم کیا مردہ پہ آنکھیں کھل گئیں
قدرتی لنجوں کی ٹانگیں کھل گئیں

پر نہ کچھ ہرگز ہوا اون کا اثر
آزمایا احمقوں پر بیشتر

پھر سبب کیا ہے کہا اُس شخص نے
راز کب مخفی ہے کوئی آپ سے

یہہ کہا عیسیٰ نے ہے اسمیں یہ راز
ہے مرض اور حمق میں اک امتیاز

ہیں مرض سارے مصیبت اس لئے
رحم آتا ہے خدا کو دیکھ کے

حمق لیکن قہر رب ہے سربسر
رحم وہ کرتا نہیں مقہور پر

بے اثر رہتے ہیں افسون و دعا
جو چلاؤ تیر جاتا ہے خطا

نتیجہ

ہے عرب کے ایک شاعر کا یہ قول
سچ اگر پوچھو تو ہے سچا یہ قول

کوئی دنیا میں مرض ایسا نہیں
جسکی حق نے دوا پیدا نہیں

ہے حماقت پر وہ دردِ لا دوا
جو پھنسا اسمیں نہیں ممکن شفا

حکایت ۵۷

تھا کہیں اک شخص عالم اور ذکی
ناگہاں اس پر مصیبت اک پڑی

موت دیتی تھی دکھائی سامنے
حیلے بچنے کے بہت اُسنے کیے

جب نظر آئی نہ اُس کو مخلصی
وہ گیا لینے صلاح ایک شخص کی

یہ کہا اُس شخص نے اے نیکنام
سادگی میں کچھ نہیں تیرے کلام

ہے حماقت مجھ سے کرنا مشورہ
میں ہوں دشمن مجھسے کیسا مشورہ

مشورت کر جا کر ایسے دوست سے
ہو جو ہمدرد اور صلاح نیک دے

یہ کہا اُسنے کہ اے نامہرباں
دشمنی کا حال ہے مجھپر عیاں

کب مجھے بھولی ہے تیری دشمنی
پر کہاں ملتے ہیں عاقل دوست بھی

گرچہ تو دشمن ہے لیکن عقلمند
فائدہ دے گی تری ہر ایک پند

عاقلانہ ہوگی جو دیگا صلاح
کام میں جس سے ہو امیدِ فلاح

نتیجہ

یاد رکھ یہ قولِ ختم المرسلیں
ہو مؤتمن ہے مستشار امر دیں

یعنی دشمن بھی صلاح اگر جو لے
فرض تیرا ہے صلاحِ نیک دے

حکایت ۵۸

تھا مجرد اور بوڑھا ایک مرد
آزمودہ تھا جہاں کے گرم و سرد

چین سے رہتا تھا ہر صبح مسا
آئی کم بختی نکاح اُسنے کیا

جب کہ آتے ہیں برے گیدڑ کے دن
اور چڑھتا سر پہ ہے شامت کا جن

دوڑتا آتا ہے جانب شہر کی
بچکے وہ جاتا نہیں زندہ کبھی

بیوی جو آئی بڑی چالاک تھی — بد رویہ بے حیا بے باک تھی
رات دن تھا کھانے پینے سے جو کام — پڑ گیا تھا بی چٹوری اُسکا نام
ایک دن مہمان آیا اُن کے گھر — شوہر اس کا گوشت لایا سیر بھر
چولھے پر جب دیگچی تھی بھونتی — بوٹی اک اک چکھکے تریا کھا گئی
دیکھ کر ہانڈی کو خالی وہ نڈر — جھٹ بلا لائی میاں کو دوڑ کر
اور کہا تم کو نہ آئے گا یقیں — ہے مگر سچ جھوٹ ذرہ بھر نہیں
چھوٹی سی بلی ہے یہ دیکھو حقیر — بیٹھی ہے کیا بھولی بھالی یہ شریر
کرتی ہے ایلو وہ منہ پنجونسے صاف — تاکہ سمجھو تم میرا کہنا خلاف
بھونتی تھی میں مصالحہ گوشت کا — گوشت تھا اس طاش میں رکھا ہوا
میں لگی چکھنے مصالحہ کا نمک — گوشت کو یہ کر گئی چٹ بیدھڑک
جاکے جلدی گوشت لاؤ اور تم — آکے پھر کر لینا فکر اور غور تم
گربہ مسکیں کو کیا ہو دیکھتے — کیا یہ الٹا ہم کو دیگی گوشت دے
کچھ نہ بولا مرد صاحب دل مگر — جاکے لے آیا ترازو دوڑ کر
پلڑہ میں بلی کو رکھا کی نہ دیر — وزن میں پوری وہ نکلی ایک سیر
پھر کہا مجھ کو بتا اے بے حیا — وزن ہے بلی کا یا یہ گوشت کا
گوشت میں لایا تھا پورا سیر بھر — تونے بھی دیکھا تھا فوراً تول کر
گوشت ہے گر یہ تو گربہ ہے کہاں — ہے جو بلی ۔ گوشت کا ہے پھر نشاں

نتیجہ

جس کی بیوی ہو حسین اور پارسا — ہے اگر مفلس بھی وہ ۔ ہے پادشا
جسکی بیوی ہو رفیق و غمگسار — گھر میں حاصل ہے اسے باغ و بہار
پارسا اور خندہ پیشانی ہو گر — خوبصورت گر نہیں پروا نہ کر

ہے اگر گھر میں گل اندام وحسیں — بدمزاج وجنگجو چیں بر جبیں
جس کے منہ میں ہاتھ بھر کی ہو زباں — اور رہے شوہر سے ناحق بدگماں
کچھ خبر رکھتی نہ ہو اولاد کی — گھر وہ دوزخ ہے نہیں کم تر کبھی
موافقت ہے شوہر و زن میں اگر — حق کی اس گھر پر ہے رحمت کی نظر
مرد و عورت میں نہیں گر اتفاق — ہے دلوں میں انکے گر بغض ونفاق
قہر رب اس گھر پہ سمجھو بالضرور — چاہے ان میں ایک ہی کا ہو قصور

فائدہ

جھوٹ میں نقصان ہے سچ میں فائدہ — یاد رکھو ہے عام یہ اک قاعدہ
مصلحت کا قول ہے بالکل غلط — اہل دنیا کی بناوٹ ہے فقط
ایک حکایت ہم سناتے ہیں تمہیں — اہل حق کی غو بتاتے ہیں تمہیں

حکایت

تنگ ہو کر دشمنوں کے جور سے — ہو کے ناراض انکے ڈھنگ اور طور سے
جب نبی نے عزم ہجرت کا کیا — بستر پہ انکے لیٹے مرتضےٰ
سو گئے چادر نبی کی تان کر — تاکہ دھوکہ میں رہیں بیداد گر
سمجھے دشمن سو رہے ہیں مصطفےٰ — راستوں پہ پہرہ ہلکا کر دیا
ساتھ لے صدیق اکبر کو نبی — چل دیئے وہ شب بہت تاریک تھی
تھے بہت مغموم اور جی تھا نڈھال — تھا یہی پر مقتضائے وحسب حال
تھا وطن کے چھوڑنے کا رنج وغم — اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا ستم
اک جگہ ناکے پہ پہرہ دار تھے — دیکھ کر وہ دور سے کہنے لگے
کون ہو تم اور جاتے ہو کہاں — کیا تمہارا کام ہے اس وقت یاں

یہ کہا احمد نے اے یار نکو　　امتحاں کا وقت ہے ہشیار ہو
کذب سے کرنا نہ آلودہ زباں　　حافظ جاں ہے خدائے لامکاں
اے میرے صدیق میرے جاں نثار　　حشر میں کرنا نہ مجھکو شرمسار
جھوٹ سے ہرگز نہیں بچتی ہے جاں　　حفظ میں اُسکے ہے جان انس و جاں
بول وے سچ۔ ہے ترا صدیق نام　　جھوٹ کہنا ہے کہیں مردوں کا کام؟
یہ جواب اسنے دیا کھاکر قسم　　ہیں ابوبکر و محمدؐ دونوں ہم
کہہ کے یہ دونوں نے مارا قہقہا　　اور ہنسی میں بات دی اُنکی اُڑا
سنکے آپس میں لگے کہنے شقے　　ہم سے کرتے ہیں مسافر یہ ہنسی
ہوتے یہ صدیق اور احمد اگر　　نام اپنا کیوں بتاتے بے خطر

نتیجہ

راست گوئی سے بہت خوش ہی خدا　　سچ کہا ہے سانچ کو ہے آنچ کیا

بچوں کی تعلیم وتادیب

اپنے گھر والوں کو اپنے نفس کو　　نار دوزخ سے بچاؤ دوستو
یعنی یہ کافی نہیں نزد خدا　　تم کرو صرف اپنے دم سے اتقا
بیوی اور اولاد کے ہو ذمہ دار　　تاگناہوں سے رہیں وہ برکنار
بچہ کو سکھلاؤ تہذیب و ادب　　عادتیں نیک اور نیک اطوار سب
شرب کے آداب اداب طعام　　سب سے پہلے اُسکو سکھلاؤ تمام
بچہ پہنچے جب سن تمیز پر　　نیک چلنی اسکے دل پر نقش کر
اُس کا دل ہوتا ہے بالکل موم سا　　نقش جو چاہے تو دے اسپر بیٹھا
وملیں اُسکے توچا بچپن سے دے　　خلق خوش سے پیش آ ہر شخص سے
جھوٹ اور غیبت کو بالکل ترک کر　　گالی اور سوگند سے بھی کر حذر

غیر سے یا خویش سے یا بھائی سے	پیش آ سب سے تو بھلمنسائی سے
جھکتا ہے آگے قوی کے ہر ضعیف	جو ضعیفوں سے جھکے وہ ہے شریف
نیکی کرنی چاہیئے انسان کو	ہر کسی کے ساتھہ جو جاندار ہو
ہر جگہہ ہر وقت اور ہر طور سے	جسقدر ہو اور جبتک ہو سکے
مان جائے پیار سے بچہ اگر	اُسکو سمجھا پیار سے غصہ نہ کر
گر نہ مانے پیار سے گر گوشمال	لاڈ میں بچہ کا ہوگا بد مآل
اسکے آگے ہر مناسب وقت پر	ہر بھلی عادت کی تو تعریف کر
بچہ کوئی کام گر اچھا کرے	دل بڑھا شاباش کہہ انعام دے
مدرسہ جانے کی رکھہ تاکید سخت	یہ کہو غفلت نہ کر اے نیک بخت
وقت یہ ہرگز نہ پھر کر آئے گا	ہوگا جب ناچار پھر پچھتائے گا
اور کہو استاد کی تعظیم کر	ہے وہ روحانی پدر تکریم کر
پالتا ہے باپ تیرے جسم کو	وہ خورش دیتا ہے جانکو نو بنو
ایک ضروری بات یاد آئی مجھے	ہے جتانا اسکا بھی لازم تجھے
عشقیہ اشعار غزلیں مثنوی	فحش ناٹک اور ناول ریختی
ایسی چیزوں سے اسے نفرت دلا	پاس بھی انکے کبھو ہرگز نہ جا
زہر قاتل ہیں یہ بچوں کے لئے	بیج اُنکے دل میں رہتے ہیں چھپے
جبکہ آئی ہے جوانی کی بہار	ناگہاں یہ بیج لیتے ہیں ابھار
وہ شجر ہوتا ہے اُنکا ماحصل	زہر افعی سے برا ہے جس کا پھل
بنگئے بچپن میں جو عاشق مزاج	کل وہ ڈوبینگے اگر ڈوبے نہ آج
کرکے کوشش جبر کرکے جانپر	جمع کرتے ہیں جو بعضے مال و زر
کچھہ نہیں ایمان کا کرتے خیال	سر پہ لیتے ہیں قیامت کا وبال

بال مکھی دیکھتے ہرگز نہیں ہضم ہے سب کچھہ جو ملجائے کہیں
جانتے ہیں وہ بھی . یہ مذموم ہے کس لئے کرتے ہیں کچھہ معلوم ہے
جھیلتا ہے باپ تکلیف اس لئے تاکہ اولاد اسکی سب سکھہ سے رہے
ہوں نہ وہ محتاج اور دریوزہ گر سب فراغت سے کریں اپنی گذر
پر نکلتی ہے وہ اولاد ایسی بد باپ کی امید ہوجاتی ہے رد
قدر زر کرتے نہیں وہ ذرہ بھر قدر جانیں خود کمایا ہو اگر
ضائع کردیتے ہیں جلد ہی مال سب عیش میں رہتے ہیں غافل روز و شب
اس سے تو بہتر ہے یہ . تو اپنا زر بچوں کی تعلیم و تن پر خرچ کر
تاکہ وہ پیدا کریں علم و کمال علم کی دولت ہے بیشک لازوال
وہ اگر تعلیم میں غفلت کریں ہے برہی تو گر وہ تکلیفیں سہیں
ہے عدو بیٹے کا تو اے ناشناس چھوڑتا ہے مال جو جاہل کیپاس

عورتیں اور تعلیم

بچوں کی تعلیم و تادیب میں ماؤں کو لازم ہے کوشش وہ کریں
ماں اگر ہوگی سگڑ لکھی پڑھی بچے رہنے کے نہیں جاہل کبھی
اس لئے ہے فرض تعلیم زناں ورنہ ہو سکتی ہے ماں عاقل کہاں
یوں نہیں کہتا کہ سب بی اے بنیں جا کے پبلک ہال میں لکچر سنیں
چکی چولھے کو وہ سمجھیں عار و ننگ سوئی دہاگہ دیکھہ کر ہوویں وہ تنگ
نوکروں پر چھوڑ کر سب انتظام زیب و زینت سے فقط رکھیں وہ کام
اپنے بچوں کی نہ لیں مطلق خبر دل میں شوہر کا نہ ہو خوف و خطر
کافی یہ تعلیم ہے اوس کے لئے انتظام خانہ داری کر سکے
پڑھ سکے خط کر سکے گھر کا حساب لکھہ سکے خاوند کو خط کا جواب

پرورش بچوں کی۔ تعلیم وادب ۔۔۔ کر سکے اچھی طرح موقع ہو جب
نیک و بد کی اس کو آجائے تمیز ۔۔۔ جان سے خاوند کو رکھے عزیز
بیہدہ ضائع کرے اسکا نہ مال ۔۔۔ اسکی عزت کا رکھے ہر دم خیال

حکایت ۶

ایک دن محمودِ فرخندہ تبار ۔۔۔ بیٹھا تھا خلوت میں۔ تھے موجود یار
پاکے موقع ایک مصاحب نے کہا ۔۔۔ عرض ہے اک۔ ہو اجازت گر شہا
شہ نے فرمایا کہ ہاں بیشک کہو ۔۔۔ بے تامل پوچھو وہ دل میں جو ہو
عرض ہے میری۔ مصاحب نے کہا ۔۔۔ کیا سبب ہے۔ یہ کہ شاہ باصفا
ہے ایاز سادہ رو پر اسقدر ۔۔۔ مہرباں۔ ہے اُسمیں کیا ایسا ہنر
ہے لڑاکا وہ چھچھورا اور غبی ۔۔۔ حرکتیں ہیں اسکی طفلانہ سبھی
فوج کے سردار درباری امیر ۔۔۔ بخشی و دیوان مصاحب اور وزیر
سب کے سب ہیں تنگ اُسکے ہات سے ۔۔۔ ہر کوئی خائف ہے اُسکی ذات سے
شہ نے فرمایا کہ ہیں اسکا جواب ۔۔۔ بر سر دربار دونگا باصواب
یہ کہا ایک دن بھرے دربار میں ۔۔۔ امتحاں دو خیر خواہی کا ہمیں
ایک موتی بے بہا شہ کے پاس ۔۔۔ دیکھکر ہوتے حیران در شناس
لاکے ڈبیا سامنے شہ نے رکھی ۔۔۔ ایک ہتوڑا بھی منگایا آہنی
صدر اعظم کو بلاکر سامنے ۔۔۔ یہ کہا سلطان فرخ نام نے
اس در یکتا کی تو قیمت لگا ۔۔۔ ہے زیادہ لاکھ سے اُسنے کہا
پھر کہا شہ نے نہ کر کچھ بھی خیال ۔۔۔ ایک ہتوڑا مار اسکو توڑ ڈال
سنکے یہ فرمان سلطان جہاں ۔۔۔ رہ گیا ساکت وزیر نکتہ داں

سونچکر اس مرد حق نے یہ کہا
تونے قائل کا نہ سمجھا مدعا

کی نہ کچھ تونے معانی پر نظر
لفظوں میں پھرتا ہے الجھا بے خبر

ہے درخت زندگی علم و ہنر
معرفت ہے اسکا وہ پختہ ثمر

جستجو میں جس کے ضائع تونے کی
دو برس تک اپنی ناحق زندگی

نصیحت

کہتے ہیں داناکہ نخل علم و فن
سچ اگر پوچھو تو تھا ہندی وطن

قدر یاں کے لوگوں نے اسکی نہ کی
یعنی صدیوں تک خبر بالکل نہ لی

دیکھکر بے غیرتی وہ جل گیا
لگ گئی دیمک فنا کی گل گیا

پھل رہا تھا جب وہ ہندوستاں میں
لے گئے تھے اک قلم یونان میں

کی ترقی کچھ دنوں وہاں بے بدل
نام یوناں کا ہوا ضرب المثل

ایک قلم لائے کہیں وہانسے عرب
ہوگیا شاداب یوناں سے عرب

چند صدیوں تک وہاں پھولا پھلا
خوب ہی پائی وہاں نشو و نما

اسکی بھی آب و ہوا جو خشک تھی
ناموافق اس بدیسی کو پڑی

کھا گئی اس کو سموم جاں گداز
گر پڑی ناگاہ برق عیش و ناز

لائے وہاں سے اک قلم اہل فرنگ
کچھ دنوں یورپ میں کی وہاں بھی درنگ

راس آئی آخرش آب و ہوا
دفعتاً وہ اسقدر پھولا پھلا

شرق سے لے غرب تک شاخیں بڑہیں
اور بلندیں فلک پر جا چڑہیں

جاگ اٹھا اب نصیبہ ہند کا
وہ بدیسی اپنے پھر گھر آگیا

سینچنا اسکو تمہارا کام ہے
بڑہنے میں اسکے تمہارا نام ہے

یہ وطن آوارہ پھر آیا یہاں
ہے بزرگوں کا تمہارے اک نشاں

اس کی خدمت دل لگاکر سب کرو
پھر نہ جل جائے کہیں ایسا نہ ہو

حکایت ٦٣

یہ کہا شاگرد سے استاد نے — جا ہمارے گھر ابھی تو دوڑ کے
شیشہ اک رکھا ہوا ہے طاق میں — اُسکو لے آ۔ چاہئے ہے وہ ہمیں
ہوشیار و باخرد تھا وہ مگر — ایک کے آتے تھے دو اُس کو نظر
آکر اسنے یہ کہا استاد سے — شیشے ہیں دو طاق میں رکھے ہوئے
تب کہا استاد نے ہیں تو ابھی — گھر سے آتا ہوں نہیں ساعت ہوئی
شیشہ وہاں اسوقت اک موجود تھا — دوسرا کیا آسماں سے آ پڑا
یا نکل آیا زمیں کے پیٹ سے — ہیں یہ سب تیری نظر کے شعبدے
وہ لگا سوگند کھانے بے شمار — پھر کہا استاد نے اسے باوقار
کھاتے ہیں سوگند جو اجلاف ہیں — دور اس سے بھاگتے اشراف ہیں
ہے اگر سچا بھی تو قسمیں نہ کھا — بے ادب نام خدا لب پر نہ لا
توبہ کی استاد کے آگے وہیں — ہیں کبھی سوگند کھانے کا نہیں
گو بھرے استاد نے لاکھوں ہی سوانگ — تھی وہی مرغی کی لیکن ایک ٹانگ
دست بستہ عرض کی شاگرد نے — جھوٹ کہنے کی نہیں عادت مجھے
آپ مانیں یا نہ مانیں میری بات — شیشے تو ہیں دو ہی لے والا صفات
ہوگیا ناچار جب استاد۔ تو — یہ کہا سچا ہے تو۔ شیشے ہیں دو
ایک شیشہ توڑ بھی دی بے خطر — فکر اپنے دل میں اک ذرہ نہ کر
دوسرا شیشہ اگر ہو پھر وہاں — بے تامل اسکو تو لے آ یہاں
توڑ ڈالا شیشہ اک احول نے جب — دوسرا اسکو نظر آیا نہ اب
دل میں یہ کہنے لگا وہ ناشناس — لیکے منہ کیا جاؤں اب استاد پاس

فائدہ

کہہ گیا ہے صائب خوش اعتقاد	ایک نکتہ جسپہ سب کرتے ہیں صاد
لیتا ہے کامل سے ناقص بیشتر	عیش دنیا کے مزے اے بے خبر
کیا نہیں احول کو تم ہو دیکھتے	لیتا آنکھوں سے ہے وہ دوہرے مزے

حکایت ۶۴

ایک اعرابی تھا رستہ پر کھڑا	کتا اس کا اسکے آگے تھا پڑا
نیم جاں تھا دم تھے باقی تین چار	روتا تھا اعرابی اس پر زار زار
کہہ رہا تھا وہ نہایت رنج سے	میں جیوں گا کسطرح پیچھے ترے
پاس سے گذرا اک اہل دل کہیں	اس سے پوچھا کیوں تو ہے ایسا حزیں
کیا سبب ہے اسقدر روتا ہے کیوں	جان اپنی بیطرح کھوتا ہے کیوں
بولا وہ۔ یہ میرا یار باوفا	مر رہا ہے دل میرا ہے کڑھ رہا
جسپہ گذرے جانتا ہے اُس کا جی	کیا خبر تجھکو پرائی جان کی
تھا نہ کتا یہ تو تھا شیر ژیاں	خوف اس سے کرتا تھا پیل دماں
دن کو یہ ہر روز لاتا تھا شکار	رات کو تھا میرے گھر کا پہرہ دار
پوچھا اُسنے۔ آخر اسکا کیا ہے حال	ہے یہ زخمی یا مرض سے ہے نڈھال
یہ کہا اس نے۔ بتاؤں کیا تجھے	حال یہ اس کا ہوا ہے بھوک سے
سنکے بولا۔ لا دوا ہے یہ مرض	صبر کر تجھکو خدا دے گا عوض
یہ تو بتلا پر مجھے اب اے اخی	پشت پر کیا ہے یہ گٹھڑی سی دھری
بولا اعرابی۔ کہ یہ ہے زاد راہ	ہے مسافر کی یہی پشت و پناہ
اسکے اندر گوشت ہے اور نان ہے	ایک ہفتہ کا فقط سامان ہے

یہ کہا اس نے کہ اے شوم لعیں — کتے کو اسمیں سے دیتا کیوں نہیں
تو نے آنکھوں سے دیا دریا بہا — کیوں نہ ٹکڑا اسکو روٹی کا دیا
بکتی ہر منزل پہ ہے روٹی بہت — تیری نیت ہے مگر کھوٹی بہت
یہ وہ بولا میں نہیں ہرگز شری — ہے جنوں حد سے محبت جب بڑہی
مفت کے آنسو بہا دیتا ہوں میں — گرہ گرہ سے کہول کیا دیتا ہو نہیں
خرچ کرنے کا تو لے مجھہ سے نہ نام — گانٹھہ کا پیسہ بہت آتا ہے کام
بے ضرورت میں نہ خرچوں گا کبہی — پیسہ ہوتا ہے سفر میں اشرفی
فرض ہے میرا۔ بچاؤں اپنی جاں — ہے مثل سچ۔ جان ہے تو ہے جہاں

فائدہ

یوں تو بیجا سرف ہے دایم برا — پر سفر میں ہے برا بے انتہا
جب کوئی بہر سفر باندہے کمر — زاد کافی ساتھہ لے بہر سفر
صرف بیجا کیا بجا بھی کم کرے — کوڑی کوڑی پہ نظر ہر دم کرے
یہ نہ ہو پردیس میں تو خوار ہو — پوچھتے ہیں ہر کہیں زردار کو
تجھہ کو لازم ہے بچائے آبرو — جان جائے پر نہ جائے آبرو

فائدہ

ایسے ہوتے ہیں بہت دگلا بھگت — روتے رہتے ہیں بخوف آخرت
ہے نرالا انکی دینداری کا رنگ — رونے میں پانی ہے دل دینے میں سنگ
صبح سے انکو رلالو تا بہ شام — پر نہ دینگے راہ حق میں ایک دام
ظاہری ہے دینداری کا جلوس — لب پہ ہے قدوس اور دل میں فلوس

حکایت ۶۵

گر پڑا قدموں پہ فوراً شاہ کے — اور لگا کہنے نہایت عجز سے
دل میرا دیتا اجازت یہ نہیں — توڑ ڈالوں میں جو یہ درِ ثمیں
خیرخواہی اور نمکخواری کہاں — مال کو شہ کے جو پہنچاؤں زیاں
شاہ نے اس کی بہت تعریف کی — بخشا اُسکو ایک خلعت قیمتی
سامنے آتا گیا ایک ایک امیر — سب نے کی بے خوض تقلید وزیر
پھر کہا سلطان خوش انجام نے — اے ایاز آ تو ہمارے سامنے
دست بستہ آ سلام اسنے کیا — درِ یکتا ہاتھ میں اسکے دیا
اور پوچھا رائے میں تیری ایاس — قیمت اسکی ہوگی کیا کر کچھہ قیاس
بولا وہ موتی تو یہ انمول ہے — ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی یہ شے
گر کہوں دس لاکھہ وہ بھی ہے قلیل — اسکے آگے گنجِ قاروں ہے ذلیل
شہ نے فرمایا ہتوڑا مار کر — ریزہ ریزہ دے بنا ہرگز نہ ڈر
حکم کی تھی دیر اس جاں باز نے — چور موتی کا کیا اک ضرب سے
ایک سناٹا ہوا دربار میں — کھلبلی سی پڑ گئی حضار میں
ہر کوئی کہنے لگا یہ کیا کیا — حق کیا شہ کے نمک کا خوب ادا
یہ جواب اسنے دیا تم سب کے سب — مستحق ہو تم پہ ہو شہ کا غضب
شاہ کو شایاں ہے کیا؟ فرماندہی — ہے ہمارا کام کیا؟ فرماں بری
ایک موتی کے لئے زیبا تھا کیا — میں نہ حکم آقا کا اپنے مانتا
حیف تم نے ایک موتی کے لئے — کل وفاداری کے جوہر کھو دئے
ایک موتی کیا اگر ہوں دس ہزار — شہ کے سر پر سے کروں سب کو نثار
ہوگئے قائل جواب آیا نہ بن — یوں لگے کہنے کہ اے شاہِ زمن
لطفِ شہ اسپر جو ہے بیجا نہیں — خیرخواہ اس سا کوئی اصلا نہیں

فائدہ

دوست ہوتے ہیں جہاں میں اے عزیز
دو طرح کے چاہیے اُن میں تمیز

ایک تو ہوتے ہیں دولت کے لئے
گرد ہیں تیرے وہ ثروت کے لئے

مکھیاں ہیں چاہے جتنا دور کر
پیچھا وہ ہرگز نہ چھوڑیں گے مگر

مال ہے جب تک نہ جائیں گے کبھی
جب گئی دولت نہ آئیں گے کبھی

دم میں تو ہرگز نہ ان کے آئیو
دانؤں ان اجلاف سے مت کھائیو

بندۂ زر ہیں نہ انکو منہ لگا
دے جواب ان کو ٹکا سا برملا

دوسرے ہیں دوست تیری جان کے
پیار کرتے ہیں تجھے تیرے لئے

جوہر انمیں ہیں محبت کے بھرے
خوں پسینہ پر گراتے ہیں ترے

دیتے ہیں دم دوست پر وہ دمبدم
ایسے ہوتے ہیں مگر دنیا میں کم

دم و رم سے تو نہ کرانسے دریغ
بزم میں گل رزم میں ہوتے ہیں تیغ

حکایت ٦١١

کہتے ہیں بازار میں بغداد کے
چار اندھے مانگتے خیرات تھے

ایک عرب کا دوسرا ایران کا
ہند کا چوتھا تھا ترکی تیسرا

پاس سے گذرا کہیں اک حق شناس
ایک ہی پیسہ فقط تھا اُسکے پاس

دیکے وہ اس نے کہا اے دوستو
چیز لیکر کوئی اسکی بانٹ لو

بولا ہندی میں تو داکھیں کھاؤنگا
ترک بولا میں اوزم منگواؤں گا

کہنے ایرانی لگا اے بھائیو
چاہتا ہے دل میرا انگور کو

لال ہو کر غصہ سے بولا عرب
بکتے ہوویں تو خریدوں گا عنب

ہو گئی ان کو جھگڑتے اک گھڑی
نوبت آخر یہ پہنچی ہاتھا پائی کی ٭

اتفاقاً آگیا اک باخرد — اُس نے پوچھا کیوں ہے اتنی ردوکد
لڑتے ہو کیوں کس لئے یہ جنگ ہے — کون سا رستہ میں حائل سنگ ہے
یہ کہا سنکر کہ کچھ مشکل نہیں — میں چکا دیتا ہوں جھگڑا اک پل میں
پیسہ کے انگور وہ لایا خرید — کردی پوری جسکی تھی جو کچھ امید

وطن دوست کی دعا

جہل نے اس ملک کو گھائل کیا — باہمی جھگڑوں پہ ہے مائل کیا
اے خدا کر پیدا کوئی اہلِ دل — جسکے کہنے سے یہ دل سب جائیں مل
درمیاں اُنکے ہیں سب لفظی نفاق — اہل دل کردیگا پیدا اتفاق

حکایت ۶۲

کہتے ہیں کوئی تھا سیاح جہاں — کررہا تھا ایک محفل میں بیاں
اک درخت ایسا ہے ہندوستان میں — جس کا سایہ کوسوں ہے میدان میں
عمر ہے اس کی ہزاروں سال کی — بیخ لاتی ہے خبر پتال کی
ہے بلند ایسا کہ عقل اسمیں ہے دنگ — بادلوں میں غرق رہتی ہے پھنگ
پتے وافر پھل مگر لگتا ہے کم — خام پھل قاتل ہے لیکن مثل سم
پختہ پھل اسکا اگر لگجائے ہاتھ — وہ تو ہے تاثیر میں آب حیات
اسکے سایہ نیچے مردان خدا — بیٹھتے ہیں آرزو میں سالہا
ہو اگر محنت کسی کی بارور — زور مارے ساتھ قسمت بھی اگر
پختہ پھل گر ہاتھ لگ جائے کوئی — اُسکی ہے تاثیر دائم زندگی
اس سبب سے ہند کے داتا رشی — کہتے ہیں اس کو درخت زندگی
بادشاہ کا اک مصاحب تھا وہاں — یہ نہ سمجھا وہ کہ ہے یہ چیستاں

جو سنا تھا کہہ دیا شہ سے شتاب ‏ ‏ دیکر اپنی بھی طرف سے آب و تاب
تھا وزیر اس کا نہایت ہوشمند ‏ ‏ صاحب علم و ہنر پر خود پسند
یہ مصاحب اس سے کچھ ناراض تھا ‏ ‏ بادشاہ سے ساتھ ہی یہ کہہ دیا
اور کا تو کام یہ ہرگز نہیں ‏ ‏ لائے تو لا اے وزیر خوردہ بیں
یہ کہا اس کو بلا کر شاہ نے ‏ ‏ راہ ہندوستان کی فی الفور لے
دو برس دیتا ہوں میں مہلت تجھے ‏ ‏ اس کے اندر لا کے دے اک پھل مجھے
ورنہ خیر اپنی اور اپنوں کی نہ جان ‏ ‏ ضائع کر دونگا ترا سب مال و جاں
لا محالہ وہ وزیر نامدار ‏ ‏ چل پڑا لے کر خزانہ بے شمار
تبت و کشمیر سے سیلاں تلک ‏ ‏ سندھ سے بنگالہ و بھوٹان تک
چھان ڈالا اس نے سب ہندوستاں ‏ ‏ شہر اور کوہ اور میداں اور بن
کر چکا جب وہ خزانہ صرف سب ‏ ‏ چل پڑا پیدل نہ چھوڑی پر طلب
پوچھتا تھا ہر کسی سے اے میاں ‏ ‏ دو درخت زندگی کا کچھ نشاں
ہنستے تھے سنتے جو تھے اسکا سوال ‏ ‏ کرتے تھے دیوانہ و احمق خیال
رحم کرتا کوئی - کوئی دل لگی ‏ ‏ الغرض پوری یوہیں مدت ہوئی
پھرتے پھرتے ہو گیا ناچار جب ‏ ‏ کی رجوع اللہ کی جانب اُسنے اب
آئی آواز اک دل ناشاد میں ‏ ‏ ہے ہمارا دوست اک بغداد میں
مقصد دل اس سے کر اپنا بیاں ‏ ‏ وہ ترے مقصود کا دیگا نشاں
سنکے ملہم سے یہ مژدہ جاں فزا ‏ ‏ دفعتاً بغداد کی جانب چلا
وہاں ہوا جب شہر میں اسکا گذر ‏ ‏ لوگ جاتے اک طرف آئے نظر
یہ بھی اس جانب چلا دیکھا وہاں ‏ ‏ اک بزرگ خندہ رو شیریں زباں
بیٹھا ہے اُسکے سامنے باصد ادب ‏ ‏ داستاں اپنی سنائی اسکو سب

ایک چوہا اور مینڈک یار تھے
بھائی تھے پگڑی بدل دونو نے

اسقدر تھی انمیں گہری دوستی
دو تھے قالب جان گویا ایک تھی

باہمی الفت کا دم بھرتے تھے وہ
پہروں سرگوشی کیا کرتے تھے وہ

یہ کہا چوہے نے ایک دن بھائی جان
کیا کروں میری غضب میں آئی جان

جب ترا ہوتا ہے پانی میں قیام
کچھ نہیں دیتی میری آواز کام

چیخنا پڑتا ہے اتنا بار رہا
چیخنے سے بیٹھ جاتا ہے گلا

پر نہیں ملتا ہے پھر بھی کچھ جواب
کون سہ سکتا ہے روز ایسے عذاب

میں بتاتا ہوں تجھے تجویز ایک
کاشکے مل جائے ایسی چیز ایک

اک سرے میں ٹانگ ہو تیری بندھی
دوسرے میں ٹانگ ہو میری بندھی

جب مجھے منظور ملنا ہو کبھی
میں ہلا دوں تو نکل آئے جبھی

بولا مینڈک۔ ہے درست۔ اک کام کر
سامنے تیرے جلاہے کا ہے گھر

کاٹ لا تانی سے لمبا ایک تار
دیکھ لینا ہو مگر وہ استوار

کودتا چوہا چلا میدان میں
تار لے کر آ گیا ایک آن میں

باندھ کر ٹانگیں ہر ایک پھر چل دیا
یہ گیا بل میں وہ پانی میں گیا

دیکھتا تھا ایک کوّا سب یہ حال
دل میں سوچا ہاتھ آیا خوب مال

پاکے اپنے بخت کو یوں سازگار
چونچ میں لیکر اڑا اوپر کو تار

بل سے چوہا اور مینڈک جھیل سے
خود بخود آئے گھسٹ جھیل سے

مینڈک اور چوہے کو جاتا تھا لئے
دیکھتے تھے سب تماشائی کھڑے

ایک نے پوچھا کہ مینڈک کو شکار
کوا کر سکتا ہے یوں بھی زینہار

یہ جواب اُس کو ملا ممکن نہیں
اِس کو لے ڈوبا باہمی اسکا ہم نشیں

صحبتِ ناجنس کی شامت ہے یہ
احمقوں سے میل کی آفت ہے یہ

نتیجہ

صحبت بد سے رہو تم پر حذر — ہے مثل صحبت میں ہوتا ہے اثر
نیک کی صحبت تمہیں دیگی جلا — صحبت بد خاک میں دے گی ملا

حکایت ۶۶

ایک حاسد نے کہیں محسود پاس — جا کے چغلی کھائی یہ تیرا ایاس
با وفا ہرگز نہیں مکار ہے — اس سے رہنا باخبر۔ غدار ہے
ظاہر اگرتا ہے تجھ پہ جان فدا — دل میں اسکے کچھ نہیں الفت ذرا
ہے اسی دھن میں لگا شام و سحر — کس طرح حاصل کروں میں سیم و زر
بندۂ زر ہے لگی ہے اسکو لو — جمع ہو جائیں خزانہ تو بہ تو
سمت شرقی میں جو حجرہ ہے فلاں — رات کو جاتا بلا ناغہ ہے وہاں
کھولتا ہے اس کو دم بھر کے لئے — چھوڑتا ہے پھر نہ بے تالا دئے
ہو پیارا اسکا کیسا ہی کوئی — اسکو لے جاتا نہیں اندر کبھی
دل کو میرے ہے یقیں یہ ناسپاس — جمع رکھتا ہے خزانے بے قیاس
ہو گیا حیراں شہ فرخندہ خو — یہ دیا فرمان اک سردار کو
جا ابھی اور قفل حجرہ توڑ کے — سب اٹھا لا جو بھی وہاں تجھ کو ملے
وہ گیا اور حکم کی تعمیل کی — شہ کے آگے لا کے اک گٹھڑی دھری
اتنے میں دربار کے ارکان سب — آ گئے ۔ حاضر ہوئے اعیان سب
بادشا دربار میں وارد ہوئے — گٹھڑی بھی وہ ساتھ اپنی لے گئے
ماجرا گذرا جو تھا کر کے بیاں — یہ کہا کھولو جو ہے اس میں نہاں
کھولی گٹھڑی دیکھتے ہیں سب کیا — گھاس کی ہیں جوتیاں اونی قبا

نہیں پرانی جوتیاں ٹوٹی ہوئی — اور قبا پر میل کی تھی نہ چڑھی
شہ نے فرمایا ایاس اے میری جاں — ہیں یہ کیا چیزیں تو کر ان کا بیاں
دست بستہ عجز سے یہ عرض کی — جب چلا گھر سے یہی پوشاک تھی
دیکھتا ہوں اسکو ہر روز ایکبار — تا نہ بھولوں اپنے میں اصل و تبار
مہربانی شہ کی انکو دیکھ کر — سو گنی آتی ہے آنکھوں میں نظر
رہ گئے جلتے تھے حاسد سنکے سن — چپ ہوئے نکلا نہ منہ سے کچھ سخن

فائدہ

جاہ و عزت دوسرےکی دیکھ کر — دل میں آئے کچھ ترے غیرت اگر
تو بھی یہ کوشش کرے پھر عزم سے — تاکہ اُس سا صاحب عزت بنے
رشک ہے یہ ۔ یہ نہیں عادت بری — رشک کرتے ہیں نہ ہرگز کمی
رشک دل میں تیرے گر آتا نہیں — سچ ہے یہ دل میں نہیں غیرت کہیں
رشک پر ہے کل ترقی کا مدار — گر نہیں رشک اسمیں انساں ہے حمار
دل میں تو چاہے اگر اس کا زوال — یہ حسد ہے اس کو دے دل سے نکال
یہ بری عادت ہے اسکو ترک کر — کردے برباد اسنے گھر کے گھر
گرتا ہے حاسد ہمیشہ سرنگوں — رتبۂ محسود ہوتا ہے فزوں

حکایت ۶۷

کہتے ہیں تھا اک گدھا سقہ کے پاس — جسکے جینے کی نہ تھی اسکو کچھ آس
بھوک سے لاغر ہوا تھا اس قدر — تھا ہوا سے اسکے اڑنے کا خطر
اس قدر تھا وہ زہیر و ناتواں — ٹنگوں میں اٹکی ہوئی گویا تھی جان
پشت پر تھے جابجا زخموں کے غار — جن میں کیڑے چل رہے تھے بیشمار

دو قدم تک بھی اگر چلتا کبھی ... کھا کے ٹھوکر گر وہ پڑتا تھا جبھی
ناظر اصطبل نے دیکھا اوسے ... دل کڑھا اسکی یہ حالت دیکھ کے
تھا تعارف اُسکو سقہ سے قدیم ... پوچھا اُس نے کیوں ہے یہ ایسا سقیم
یہ کہا سقہ نے پس ظاہر ہے حال ... تنگ دستی کا سمجھ لیجے وبال
بولا ناظر سونپ دے اسکو ہمیں ... کچھ دنوں تک چھوڑ دے اصطبل میں
اک مہینہ بعد آکر دیکھنا ... رنگ کیا لاتا ہے یہ تیرا گدھا
لے گیا ناظر گدہے کو اپنے ساتھ ... جا کے باندھا اسکو بھی گھوڑونکے ساتھ
ٹھاٹھ جو اصطبل کے آئے نظر ... کھل گئیں آنکھیں گدہے کی دیکھکر
مستعد سائیس تھے گھوڑونکے پاس ... وقت پر دیتے تھے دانہ اور گھاس
مالش انکی کرتے تھے شام و سحر ... سقے رکھتے تھے زمیں کو تر بہ تر
ٹہنگی لے جاتے تھے پس خوردہ خوید ... چھوڑتے تھے ایکدم بھی وہاں نہ لید
دیکھ کر یہ ٹھاٹھ بے چارہ گدہا ... دل میں یوں کہنے لگا میرے خدا
پوچھتا تجھ سے ہے گو سوء ادب ... مجھ میں انمیں فرق اتنا کیا سبب
بھوک سے مجھ کو نہیں جینے کی آس ... بے مسالے یہ نہیں کھاتے ہیں گھاس
جب دیا ہے پیٹ دونوں کو ہمیں ... فرق کیوں ہے پھر گدہے اور اسپ میں
روح کو تن کا نشیمن چاہیے ... پیٹ کے دوزخ کو ایندھن چاہیے
جسقدر گھوڑے وہاں موجود تھے ... اتفاقاً جنگ پر بھیجے گئے
آئے واپس۔ کر کے طے جب راہ دور ... تھے وہ گھوڑے سب کے سب زخموں سے چور
وہ بدن جسمیں تھی ریشم سی چمک ... خون میں لتھڑے دم سے لیکر کان تک
تیروں سے چھلنی ہوا ان کا بدن ... خون نہ تھمتا تھا کئے لاکھوں جتن
خاک پر ان کو پچھاڑا ماندہ کے ... پھل نکالے تیر کے ہر زخم سے

توبہ کرکے کہہ اٹھا اے میرے رب	دیکھہ گھوڑوں کی تکلیفیں وہ سب
یا الٰہی کر خطا میری معاف	کل کی تھی تقریر میری سب خلاف
اس سے تو بہتر ہے سقہ کی پکھال	مجھکو اس اصطبل سے جلدی نکال
بھوک سے مرنا مجھے منظور ہے	کوڑی پہ چرنا مجھے منظور ہے
بھول کر بھی اب نہ لونگا انکا نام	ایسے گھاس اور دانہ کو میرا سلام

نتیجہ

ہے مثل ۔ ہر کارے ہر مردے ۔ درست	چھوڑ حرص اور کام میں رہ اپنے چیت
ہر کسے را بہر کارے ساختند	اُڑ نہ استعداد سے بڑھکر بلند

حکایت ۶۸

دیکھتی تھی مینڈکی اس جا وہیں	باندھتے تھے نعل گھوڑے کے کہیں
دیکھنا میرے بھی پاؤں تم ذرا	ٹانگ اٹھا کر نعلبندوں سے کہا
ہو جو اجرت وہ ابھی مجھسے کہو	نعل ان میں بھی ابھی تم باندھ دو

حکایت ۶۹

ابن سینا سے ہے یوں کرتا بیاں	راوی صادق یہاں اک داستاں
ایک بھنگی نے مجھے قائل کیا	میں کسی سے بھی نہ تھا قائل ہوا
ایک کوڑی پہ ہوا میرا گذر	سیر کو جاتا تھا میں وقت سحر
پڑھ رہا تھا شعر اس مضمون کے	گندگی ڈھوتا تھا اور وہ شوق سے
جی اگر جیتا ہے با عزو شرف	جھانک بھی ہرگز نہ ذلت کی طرف
غصہ ہو کر الغرض میں نے کہا	سنکر اسکی بات میں حیراں رہا

کام تو کرتا ہے گندا روز و شب — دعویٰ عز و شرف۔ ہے یہ عجب
یہ کہا بھنگی نے اے فرخندہ نام — تجکو تو زیبا نہیں ہے یہ کلام
تجھ سا فاضل تجھسا عاقل اور طبیب — تجھ سا کامل فلسفی تجھسا ادیب
ہاتھ باندھے بادشاہوں کے حضور — سر جھکائے جیسے کوئی پر قصور
کیوں کھڑا رہتا ہے ہر لیل و نہار — کیا نہیں آتی تجھے کچھ شرم و عار
تجھ کو خالق نے دیا تھا وہ ہنر — قدر کی تونے نہ اسکی بے خبر
تجھ میں گر ہوتا شرافت کا خمیر — در پہ آتے خود ترے شاہ و وزیر
میں نہیں تجھسا امیروں کا غلام — رہتا ہوں آزاد کر کے اپنا کام
دست و بازو سے کما کر کھائے جو — چین سے آرام سے سو جائے جو
سچ اگر پوچھو وہی اشراف ہے — داغ ذلت سے وہ پاک اور صاف ہے
عزت و ذلت میں تجھکو اے عزیز — رائے ہیں میری نہیں ابتک تمیز

فائدہ

کام گر کیسا ہی ہو خوار اور ذلیل — وہ شرافت کی نہیں ہوتی دلیل
ذات انساں ہے شرافت کا مقر — کام پر ایسا نہیں ہے منحصر
تا بہ امکاں کام کر وہ اختیار — جس سے نظروں میں نہ ہو اوروں کے خوار
خاکروبوں سے کوئی ارذل نہیں — نوکروں سے پر وہ بہتر ہیں کہیں
یہ غلام آقا کے ہیں آزاد وہ — ہیں اسیر فکر یہ دلشاد وہ
ان سے بھی بدتر مگر وہ ہیں بشر — پیٹ جو بھرتے ہیں اپنا مانگ کر

نتیجہ

ہے گدائی اور دریوزہ گری
سب سے بدتر اس سے کم تر نوکری

حکایت

ہاتھ میں اک باخبر لیکر دیا — دیکھتا پھرتا تھا منہ ہر ایک کا
دیں و دنیا کیطرف سے مطمئن — کام اسکو تھا یہی بس رات دن
کوئی بھی چھوڑی نہ بازار اور گلی — جسمیں پھر کر جستجو اسنے نہ کی
ایک نے پوچھا کہ اے مرد نکو — یہ بتا کس کی ہے تجھکو جستجو
بولا مجھ کو آدمی کی ہے تلاش — ایک ہی انسان مجھے ملجائے کاش
پھر کہا قائل نے تو آنکھیں تو مل — کچھ نظر میں تو نہیں تیری خلل
کوچہ و بازار ہیں انساں سے پر — گر نہیں انساں تو کیا ہیں غور کر
بولا وہ ہیں نام کے انساں سبھی — اصل انساں جسکو سمجھو ہیں وہی
بے زباں ہو اور کرے ہاتھوں سے کام — خشم و شہوت کا نہو ہرگز غلام
ہاتھ میں رکھتا وہ ہو دل کی مہار — تاکہ بے قابو نہ ہو اور بے قرار
ایسے انساں کی مجھے ہے جستجو — ورنہ یوں پھرتے ہیں انساں کو بکو

فائدہ

خاصیت یہ جنس میں انساں کی ہے — ہے جہاں میں وہ بہت اور کم بھی ہے
شکل گو رکھتے ہیں انساں کی سبھی — آدمی انمیں نہیں پر ایک بھی
یوں تو ہیں انسانسے پر دشت و جبال — ہے حقیقت میں مگر قحط الرجال
ہر جگہ انسان ہیں تھوڑے بہت — واقعی انساں ہیں پر تھوڑے بہت

حکایت

حاضر دربار عزرائیل تھا — پوچھا اس سے حق تعالےٰ نے بتا

جان کو کرتے ہوئے قبض اے صفی ۔۔۔ رحم بھی دل میں تیرے آیا کبھی
بولا دل کڑھتا ہے پر چارہ نہیں ۔۔۔ سامنے آقا کے چلتی ہے کہیں
ایک دن کا ذکر تو ابتک ہے یاد ۔۔۔ دل پہ میرے نقش ہے کل روئداد
جا رہا تھا یوں سمندر میں جہاز ۔۔۔ تیرتی جیسے کہ ہو پانی پہ قاز
تونے فرمایا بھنور میں وہ پھنسا ۔۔۔ کھیل کانٹا اسکا سب کر وہ جدا
اسکے اندر جسقدر تھے آدمی ۔۔۔ قبر سب کی قعرِ دریا میں بنی
اُن میں سے دو دم فقط وہاں بچ رہے ۔۔۔ وہ تو ایک تختہ پہ جاتے تھے بہے
لیٹی تھی ماں اور بچہ چاند سا ۔۔۔ کھیلتا تھا اسکی چھاتی پر پڑا
دودھ پیتا تھا وہ کس انداز سے ۔۔۔ مارتا تھا ہاتھ پاؤں ناز سے
جب کبھی بچہ کو ماں تھی دیکھتی ۔۔۔ اسکی آنکھوں سے ٹپکتی تھی خوشی
دونوں تھے لیٹے ہوئے آرام سے ۔۔۔ اور ہوا جاتی تھی تختہ کو لئے
جا لگا ساحل پہ تختہ جب حضور ۔۔۔ موج زن میرے ہوا دلمیں سرور
یوں کیا تونے مجھے اسدم خطاب ۔۔۔ قبض کر بچہ کی ماں کی جاں شتاب
حکم کی تعمیل کی۔ اے دادگر ۔۔۔ مثل بسمل لوٹتا تھا دل مگر
ابتک آجاتا ہے جب اسکا خیال ۔۔۔ تازہ ہو جاتا ہے پھر دل کا ملال
حق نے فرمایا تجھے ہے خوب یاد ۔۔۔ آج کی گویا ہے یہ سب روئداد
فی الحقیقت پر الم ہے داستاں ۔۔۔ ہے غضب لیکن ترا حُسنِ بیاں
تجھ کو آگے کا نہیں معلوم حال ۔۔۔ ہم بتاتے ہیں تجھے اسکا مآل
موج سے ہمنے کہا اسکو اٹھا ۔۔۔ اور فلاں جنگل میں جا کر پھینک آ
اُس جگہ تھا اک سہانا مرغزار ۔۔۔ خار و گل پہ آرہی تھی اک بہار
عشق پیچاں اور سبزہ ہم بغل ۔۔۔ لوٹتے تھے اس زمیں پر بے خلل

چشمہ ہائے آب شیریں بے شمار　　کھیلتے پھرتے تھے وہاں لیل و نہار
حکم تھا سورج کو وہ چمکے مگر　　اُسکو گرمی سے نہ پہنچائے ضرر
اور ہوا کو حکم تھا تاکید سے　　ہلکی ہلکی جسم پر اسکے لگے
ابر کو یہ حکم تھا برسے ضرور　　گرے اس بچہ کے لیکن دور دور
چار سو سے آئے تا باد خنک　　قطرہ اک پہنچے نہ اسکے جسم تک
پھل کی کثرت سے وہانکے کل شجر　　منہ میں اسکے دیتے تھے جھکگر ثمر
شیرنی اک تازہ بیائی تھی وہاں　　اسکے دل میں رحم ڈالا ناگہاں
دودھ دیتی اسکو آکے چند بار　　اپنے بچوں سے سوا کرتی پیار
چند دن کے بعد کوئی بادشاہ　　وہاں تعقب میں ہرن کے آگیا
ہو گیا مفتوں اسکو دیکھہ کر　　تھی نہ اُسکے کوئی دختر یا پسر
لے گیا اُسکو اٹھا کر گود میں　　رکھدیا بیگم کی جا کر گود میں
شاہ و بیگم کا بنا فرزند وہ　　شوہر و زن کا بنا دلبند وہ
قد نکالا اس نے وہ سرو سہی　　آنکھہ جس کو دیکھکر حیراں رہی
دیو ہیکل شیر پیکر پیلتن　　جنگ جو زور آزما شمشیر زن
جب ہوا آخر کو وہ پورا جواں　　ہو گیا مغلوب اس سے کل جہاں
دودھ کی تاثیر لائی اپنا رنگ　　آہنی پنجہ بنا وہ دل کا سنگ
اسقدر ثابت ہوا وہ خوفناک　　ظلم کی اُسکے پڑی دنیا میں دھاک
بت بنا کر اپنے رکھے ہر کہیں　　جبر سے چھڑوایا اسنے سب کا دیں
دلمیں اُسکے اس قدر آیا غرور　　تھی رعایا جسقدر نزدیک دور
جمع اُنکو کر لیا اک آن میں　　سب کو استادہ کیا میدان میں
اور کہا میں ہوں خدا سجدہ کرو　　ورنہ میں دونگا جلا ایک ایک کو

بے گنہ بندے ہمارے سینکڑوں
زندہ پھونکے اور مارے سینکڑوں

ایک تھا بندہ ہمارا وہاں خلیل
زال دنیا کو سمجھتا تھا ذلیل

وہ رہا توحید پر ثابت قدم
آگ میں داخل ہوا بے فکر و غم

نار کو گلنار ہم نے کر دیا
ہکا بکا وہ ستمگر رہ گیا

ظالم کو نصیحت

اصل اپنی دیکھہ کیا نا چیز ہے
جس سے تو پیدا ہوا کیا تھی وہ شے

اور کر انجام پر بھی پھر نظر
خاک رہ جائیگی آخر مشت بھر

پانی اور خاک اصل ہیں تیری عزیز
کونسی انمیں ہے اترانے کی چیز

مغز میں تیرے بھری ہے جو ہوا
پھونک ہے اسکو نکلتے دیر کیا

بس اسی پر ہے تجھے اتنا غرور
اس پہ ہی بھولا خدا کو بے شعور

اسکے بندوں پر ستم کرتا ہے کیوں
گو را اپنی آگ سے بھرتا ہے کیوں

حکایت ۲

کہتے ہیں خوارزم شاہ نیک بخت
ایک مصاحب پر ہوا ناراض سخت

بچپنے کا تھا وہ اسکا یار غار
شاہ پر کرتا تھا اپنی جاں نثار

تھی محبت شہ سے اس کو اسقدر
جیسے ہو پروانہ عاشق شمع پر

کہتے ہیں ایسا نہ تھا بھاری قصور
کوئی لغزش ہو گئی تھی بالضرور

کھینچکر تلوار شہ آگے بڑھا
تا کہ اس کا سر کرے تن سے جدا

دم بخود تھا خوف سے دربار سب
غصہ سے تھے شاہ کے بیزار سب

پر نہ تھی جرأت کسی کو خوف سے
شاہ سے جا کر شفارش کر سکے

تھا عماد الملک بھی حاضر وہاں
ضعف پیری سے نہایت ناتواں

وہ بڑھا آگے رکھا سجدہ میں سر — عرض کی کہ پہلے مجکو قتل کر
یہ نہیں ہرگز گوارا اب مجھے — خون ناحق تیری گردن پہ چڑھے
سر کیا ہے تیری خدمت میں سپید — عرض تیری رد نہ ہوگی ہے امید
قہر شاہ کا سنکے دہیما پڑ گیا — ہاتھ سے تلوار کو کر کے جدا
سر اٹھایا اسنے اپنے ہاتھ سے — اُسکے ہاتھوں پر کئی بوسہ دئے
کی خطا اس شخص کی فوراً معاف — گرچہ تہا یہ مرضی شہ کے خلاف
تھا مناسب اس مصاحب کیلئے — بار احسان سے عماد الملک کے
سر اٹہا سکتا نہ اک لحظہ کبھی — رہتا بندہ اسکا وہ تا زندگی
برخلاف اسکے دکھائی یہ غرور — بولنا تک بھی دیا محسن سے چھوڑ
اس کا جب چرچا ہوا دربار میں — شہر میں کوچوں میں اور بازار میں
یہ کہیں پوچھا کسی نے ایک دن — ہے تو پاگل یا چڑا ہے تجھپہ جن
ہے عجب ناشکر تو اے پر غرور — کیا کیا آخر ترا اس نے قصور
تجہہ کو سولی پر سے وہ لایا اتار — ہے یہی اس کا عوض اے بدشعار
یہ کہا اوسنے کہ شکوہ ہے مجھے — بیچ میں کسنے لگایا تھا اسے
شہ میرا آقا میں بندہ شاہ کا — کرتا جو کچھہ وہ مجھے منظور تہا
بخشتا یا مارتا اس کی خوشی — اس نے میری بات کردی کرکری

حکایت ۷۳

ہے روایت جبرئیل حق شناس — ایک دن آئے خلیل اللہ کے پاس
اُنکو پیغام خدا پہنچا دیا — پھر سوال اپنی طرف سے بھی کیا
ہوا گر تجھکو کوئی بھی احتیاج — کر بیاں مجھسے کروں فوراً علاج

سنکے فرمایا خلیل اللہ نے ۔ اس موحد اور حق آگاہ نے

حاجتیں بے شبہ ہیں صدہا مگر ۔ حق نہ دکھلائے مجھے اور ونکا در

میری حالت ہے خدا پر سب عیاں ۔ کیا ضرورت جو کروں تجھسے بیاں

نتیجہ

واسطہ بندہ میں اور اللہ میں ۔ کیوں ہو گر کامل یقیں بندے رکھیں

حکایت ۷۴

کہتے ہیں تھا ایک عالم معتبر ۔ شوق تھا اسکو سفر کا اس قدر

ایکجگہ دو دن نہ کرتا تھا مقام ۔ تنگ اور دل خستہ رہتا تھا مدام

پاؤں میں جوتی نہ تھی ننگا تھا سر ۔ رہتا تھا میلا کچیلا بیشتر

تھا سفر میں ایک بار اس راہ سے ۔ ایک گنوار آتا تھا اونٹ اپنے لئے

پوچھا اُس سے ہاں بتائے جو دھری ۔ بوریوں میں کیا جنس ہے تو نے بھری

بولا وہ ہے اکطرف غلہ بھرا ۔ دوسری جانب ہے بورا ریت کا

پوچھا اس نے ریت ہے ناچیز شے ۔ فائدہ کیا اسکے لیجانے میں ہے

یہ کہا ہے ریت تو صرف اسلئے ۔ وزن تا دونو طرف یکساں رہے

یہ کہا عالم نے پھر اے مرد نیک ۔ میں بتا ہوں تجھے تجویز ایک

اونٹ بچ جائے گا تیرا بوجھ سے ۔ ریت کو فوراً زمیں پر ڈالدے

جس قدر غلہ ہے سارا ڈھیر کر ۔ آدھا آدھا اُسکو دو بوروں میں بھر

شکریہ کرکے ادا وہ برمحل ۔ کرنے کو تھا اسکے کہنے پر عمل

شبہ آ اسکے دلمیں آیا ناگہاں ۔ اسمیں کچھ اسرار ہے بیشک نہاں

بات تو اس نے بتائی عقل کی ۔ مجھکو تو تدبیر یہ سوجھی نہ تھی

پر سبب کیا ہے کہ ایسا خوار ہے — مفلسی سے اسقدر ناچار ہے
سوچتا تھا اور نظر دونو پہ تھی — تھی کبھی اُس پر کبھی گونو پہ تھی
کر کے دل میں فکر بولا بھائی جان — مجھ سے پوشیدہ نہ رکھ اپنا نشان
تیری دانائی سے کرتا ہوں قیاس — مال و زر ہوگا بہت کچھ تیرے پاس
گر نہ ہوگا بادشاہ کا تو وزیر — کم سے کم ہوگا شہنشہ کا مشیر
یہ جواب اس نے دیا کر تو یقیں — خشک روٹی بھی مجھے ملتی نہیں
ایک بھی کوڑی نہیں ہے میرے پاس — ہے گذر خیرات پہ لے خوش شناس
زندگی عسرت سے کرتا ہوں بسر — پیٹ بھر لیتا ہوں ٹکڑے مانگ کر
ہے یہ شیوہ چرخ کج رفتار کا — یہ رویہ کچھ نہیں اس کا نیا
جسقدر ہوتا ہے انساں باکمال — پاؤ گے اتنا ہی اسکو خستہ حال
عقل میں انساں بڑا ہو جسقدر — ہوتا ہے اتنا ہی وہ محتاج تر
سنکے وہ یہ گفتگو حیراں رہا — ہاتھ دونو باندھ کر اُسنے کہا
عقل اپنی آپ رکھئے اپنے پاس — مجھکو کافی ہیں یہ معمولی حواس
کہنا ہی مجھ کو پڑا اب صاف صاف — جائیے آگے مجھے رکھیئے معاف

فائدہ

علم کی دولت ہے خود وہ لازوال — جسکے آگے ہیچ ہے دنیا کا مال
دولت و افلاس سے کر تو یقیں — فرق شانِ علم میں آتا نہیں
اور وسیلہ رزق کا اسکو نہ جان — اب و ناں سے علم کی بالا ہے شان
تھے سلف کے جو ائمہ اور حکیم — اور تھے جتنے بزرگانِ قدیم
علم سے ہوتی تھی علم ان کی مراد — تھی نہ غایت اُنکی دنیا کا مفاد
علم کی خاطر تھے پڑھتے علم کو — جاہ دنیا کی نہ کرتے جستجو

جب قبول زر پہ کرتا کوئی تنگ — دیتے تھے دولت کو ٹھکرا بے درنگ
سادہ ہوتی تھی بہت ان کی معاش — علم کی رکھتے تھے وہ ہردم تلاش
کسب سے کرتے تھے وہ اپنا گذر — زندگی کرتے تھے عسرت سے بسر
اب مگر معکوس ہے دنیا کا رنگ — صاحب علم اب نہیں رہتے ہیں تنگ
کیونکہ اب پڑھتے ہیں دولت کیلئے — کسب جاہ اور کسب ثروت کیلئے
علم ہی کی ہرطرف اب پوچھ ہے — منحصر ہے علم پر ہر ایک شے
علم کا دنیا میں اب تو زور ہے — اور قلم کا کل جہاں میں شور ہے
ہے ذریعہ علم ہی دولت کا اب — علم ہی ہے اب ترقی کا سبب
اب تو علم اور عقل ہی ہتیار ہیں — جرأت وحسب ونسب بیکار ہیں
علم نے تابع سمندر کر لئے — اور عناصر کل مسخر کر لئے
ہے بدولت علم کے یہ انقلاب — ادنیٰ اعلیٰ ہوگئے اعلیٰ خراب
نیم وحشی پڑھ کے انساں بنگئے — برہنہ تہذیب کی جاں بن گئے
علم سے جب ہوگئے روشن ضمیر — روستائی بنگئے شہ کے وزیر
جہل سے شاہ اور امیروں کے پسر — مانگتے پھرتے ہیں ٹکڑے دربدر

ہمارے عالم

علم کہنا پر نہیں اس کو بجا — جسمیں ہیں عالم ہمارے مبتلا
پڑھتے ہیں وہ شے جو کارآمد نہیں — کرتے ہیں حاصل نہ دنیا اور نہ دیں
پڑھتے ہیں قرآں نہ پڑھتے ہیں حدیث — مدتوں پڑھتے ہیں وہ علم خبیث
جو سکھاتا ہے فقط جنگ وجدل — اصطلاحیں چند بے معنی نزل
مرغ بازی کے سکھاتا ہے جو ڈھنگ — عجب ونخوت کا چڑھاتا ہے جو رنگ
پڑھتے ہیں سیرت نہ پڑھتے ہیں ادب — جانتے ہیں کچھ نہ تاریخ ونسب

حرف اک پڑھتے نہیں اخلاق کا
کیا وہ جانیں ہے ریاضی کیا بلا

نابلد علم طبیعی سے ہیں سب
جانتے ہیں کفرِ تفتیش سبب

پڑھتے ہیں برسوں ہیں متنِ کافیہ
جانتے بالکل نہیں جغرافیہ

کہتے ہیں کس کام آئیگی یہ شئے
منزلیں کیا کچھ ہمیں کرنی ہیں طے

غافلوں کو یہ نہیں اب تک خبر
ہے یہی تو علم مفتاحِ ظفر

ہے یہ سب جغرافیہ ہی کا طفیل
ہے یہ سب طےّ منازل ہی کا ذیل

حکم راں ہر جا جو ہیں اہلِ صلیب
اسنے ہی چمکا دیا ان کا نصیب

اس سے ہی پھیلا ہے ہر جا اُنکا دیں
ربع مسکوں اُنکا ہے زیرِ نگیں

ہے حکومت ہر جگہ تثلیث کی
ہر جگہ توحید ہے رو بر کمی

سیروا فی الارضِ جو ہے فرضِ خدا
مشنری کرتے ہیں اب اسکو ادا

ہم ادا کسطرح کرتے ہیں یہ فرض
کچھ نمونہ اسکا میں کرتا ہوں عرض

سعی کچھ کرتے نہیں تبلیغ میں
گویا کچھ مس ہی نہیں اس سے انہیں

گھر میں ملتا ہے پلاؤ قورما
گھر سے باہر جائے پھر انکی بلا

جو مسائل ہو گئے ثابت غلط
ہیں مصر انپر یہی جاہل فقط

کہتے ہیں دنیا ہے میز مستوی
بیل کے سینگوں پہ ہے رکھی ہوئی

گرد دنیا قاف ہے بالکل محیط
خاک و باد و آب آتش ہیں بسیط

یہ جہالت اسپہ پھر دعوی ہے یہ
مثل سابق اب بھی تو فتوی ہے یہ

جو اولی الامر آیا ہے قران میں
اہل ذکر آتا ہے جو فرقان میں

عالمان دیں ہیں انسے مراد
فرض ہے سب پر ہمارا انقیاد

دین کی ہو بات یا دنیا کی بات
حل کریگی حضرت والا کی ذات

ہو سیاست بحث میں یا اقتصاد
یا ہوں سیارات یا سبعٌ شداد

ہیں مبادی سے بھی جنکے نا بلد — حمق کی انکے نہیں ہے کوئی حد
مستعد ہیں فتوے دینے کو حضور — آپکا چلتا ہے فتوے دور دور
ان سے پوچھو گر کہیں اشکال ہو — ہو کہیں اغلاق یا اجمال ہو
خامہ ان کا کفر کی ٹکسال ہے — دین انکے عُجب سے پامال ہے
کشتیٔ اسلام اور یہ ناخدا — رحم کر تو رحم ہم پر یا خدا!!

لطیفہ ۷۵

دو مصاحب بادشاہ ہند کے — تھے مقرب اور نہایت منہ چڑھے
خلوت شاہی میں ہر دم باریاب — دونوں تھے لسان اور حاضر جواب
کر رہے تھے ایکدن باتیں بہم — چٹکلے چٹکلے شوق سے بے فکر و غم
بادشاہ آئے محل سے اور کہا — جھوٹ کے پل باندھنے سے فائدہ
ایکنے فوراً دیا شہ کو جواب — ہے درست ارشاد اے عالی جناب
جس کو فرماتے ہو کذب و افترا — آپ ہی کی تھی وہ سب مدح و ثنا

حکایت ۷۶

اک سپاہی اپنے گھوڑے پر سوار — جا رہا تھا پاشنہ گھوڑے کو مار
دیکھتا کیا ہے کہ رستہ میں پڑا — بے خبر ایک شخص ہے سویا ہوا
مارا افعی تھا جو اک بالشت بھر — دوڑتا سرعت کی ساتھ آیا ادھر
منہ کھلا دیکھا جو اس ناداں کا — فوراً اُسکے منہ میں آکر گھس گیا
کچھ نہ سوجھی اسکے پھر تدبیر اور — یہ نہ تھا موقع کہ کرتا فکر و غور
چند کوڑے فوراً اُس ناداں کے — خوب گدی پر لگائے تان کے

سیب کے تھے متصل واں کچھ درخت / انکی جانب بھاگا جب یہ شوربخت
پیچھے پیچھے واں سپاہی بھی گیا / ڈھیر تھا بوسیدہ سیبوں کا پڑا
یہ کہا اس سے کہ اب لے نیکپے / خیر اپنی گر تجھے منظور ہے
کھا تو اب جسقدر یاں سیب ہیں / ورنہ سر تن سے جدا کرتا ہوں میں
پھر کہا اُس سے کہ اچھا تا بشب / دم نہ لے اور خوب اسجا دوڑ اب
دوڑا وہ جب دوڑنے سے تھک گیا / اور کلیجہ اُسکا غم سے پک گیا
عرض کی اُسنے بعجز و انکسار / رحم کر مجھ پر میرا ہے حال زار
فہم میں آتا نہیں کچھ ماجرا / ہے عداوت تجھکو میرے ساتھ کیا
مارے تیری اب آیا تنگ ہوں / آدمی ہوں میں نہ آخر سنگ ہوں
ٹکڑے کر دے ایک دم تلوار سے / جان لے تا کہ کل جھگڑا چکے
گو سپاہی نے سنی اُسکی یہ بات / پر کیا اُسپر نہ کچھ بھی التفات
اسکو دوڑاتا رہا میدان میں / صفرا آیا یک بہ یک ہیجان میں
دفعتاً اک زور کی پھر آئی قے / قے میں دیکھا سانپ اک موجود ہے
دیکھکر آنکھیں کھلیں نادان کی / جب وہ سمجھا نیت اسکی نیک تھی
شکر کر کے اس کے قدموں پہ گرا / لیں بلائیں اور گرد اُسکے پھرا

فائدہ

باپ اور استاد سختی گر کریں / اور سخت و سست بھی تجھکو کہیں
گو بری معلوم ہو۔ اے میری جان / حق میں اپنے تو مگر اکسیر جان
ہیں مصیبت یہ جو دونوں بھر رہے / سب یہ ہے تیری بھلائی کے لیۓ
فرض ہے انکا بجا لاتے ہیں وہ / حق کے آگے سرخرو جاتے ہیں وہ
ہے سعادت گر تجھے مدِنظر / تو بھی اُنکے حکم کی تعمیل کر

حکایت

حضرت موسیٰ نبی محترم	صاحب توریت فرخندہ شیم
بیشتر اس سے کہ پیغمبر بنیں	اور اپنی قوم کے رہبر بنیں
بکریوں کو پال کر قوت حلال	کرتے تھے حاصل وہ شاہ باکمال
بکری ایک ریوڑ سے پیچھے رہ گئی	رات بھر جنگل میں وہ بھٹکی پھری
رات بھر کرتے رہے موسیٰ تلاش	ہوگئے کانٹوں سے پاؤں پاش پاش
تھا تکان اور کوفت کا تو کیا حساب	سوچ کر ٹانگیں بھی بیٹھیں جواب
ایک جگہ بکری ملی وقت سحر	تھک کے تھی بیٹھی ہوئی وہ خاک پر
لپٹے اسکو پیار سے بوسے دئے	اور ذرا غصے نہ کچھ موسیٰ ہوئے
پاؤں دابے اور جھاڑے اسکے بال	صاف کی رومال سے بھی منہ کی رال
پوچھا اس سے اے مری جاں دے بتا	ہوگئی تھی کیا کوئی مجھسے خطا
مانا میری تو تجھے پرواہ نہ تھی	اپنی بھی تکلیف کی پروا نہ کی
گود میں اوس کو لیا اپنی اٹھا	سردی سے اکڑے ہوئے تھے دست و پا
الفت اس پر آپنے کی اسقدر	ماں بھی کر سکتی نہیں اولاد پر
یہ تحمل دیکھ خالق نے کہا	اے فرشتو تمنے دیکھا حوصلہ
اسکو شایاں قوم کی ہے سروری	ہے یہ بے شک لائق پیغمبری
ہاں نبی یعقوب کو یہ باکمال	لائیگا مصرِ عقوبت سے نکال

فائدہ

سید القوم خادمہم

کیا پسندیدہ ہے قول مصطفےٰ	بحر کو کوزہ میں ہے گویا بھر دیا

"قوم کا سردار ہے وہ نیک خو" — "قوم کا خادم جو جانے آپ کو"
کسقدر موجز ہے یہ قول رسول — پُر ہیں اس میں کل حکومت کے اصول
اس پہ حاکم گر کریں ہر دم عمل — آئے کیوں انکی حکومت میں خلل
قوم میں پاؤ نہ پھر اک بھی دکھی — ہو سکھی راجہ بھی پرجا بھی سکھی
جسقدر دنیا میں پھیلی ابتری — اصل اُسکی ہے غلط فہمی یہی
کہتے ہیں حاکم کہ ہیں مخدوم ہم — کیونکہ ہے حق نے کیا ہم پر کرم
"ہے خدائی حق" کہ ہم شاہی کریں — جبر سے اپنے خزانوں کو بھریں
پوچھنے والا نہیں ہم سے کوئی — چاہے ہم کچھ ہی کریں نیکی بدی
یہ نہیں منشائے قول مصطفےٰ — بلکہ یہ مطلب ہے ان الفاظ کا
وہ ہو حاکم جسکو اجماع کثیر — منتخب کرکے کرے اپنا امیر
حق کی جانب سے جو ہوتی سروری — خادم قوم اسکو کیوں کہتے نبی
قوم کو یہ بھی نہ ہو گر اختیار — اسقدر بھی ہو نہ گر اسکا وقار
چاہے جس کو اپنی خدمت میں رکھے — ہو جو خائن اُسکو رخصت کر سکے
خادم اسکا کیا ہوا آقا ہوا — قول صادق کا غلط منشا ہوا
ہے امارت صرف خدمت کا مآل — حقیقت کا یاں نہیں کوئی سوال

سیرت شیخین

چاہیئے تجھ کو نجات اپنی اگر — سیرت شیخین کی تقلید کر
ایک حبہ تک بھی بیت المال سے — خرچ اپنے نفس پر کرتے نہ تھے
اپنے عم زادوں کو اور اولاد کو — آل کو بھائی کو اور داماد کو
فائدہ ہرگز نہ پہنچایا کبھی — غیر تھے عامل اُدھر تاکید تھی
سبب امانت سے کرد فرمانہی — پاسبانی اور رعیت پروری

انکی نیت اور عمل کا ہے یہ پہل — ابتک اُن کا عہد ہے ضرب المثل
یہ مگر ثمرہ تھا اس تعلیم کا — تھا نہ جسمیں کچھ غرض کا شائبہ
گر غرض ہوتی رسالت میں نہاں — ہوتا گر مقصود شاہی جہاں
وہ سمجھتے گر مقدم اور زیاد — قوم سے اپنے ہی کنبہ کا مفاد
کرتے وہ اپنے چچا کو جانشیں — یا نواسوں کو امیر المومنیں
پاک تھی نیت رسول پاک کی — اپنے اوپر بات یہ آنے نہ دی
ورنہ کہتے صاف یہ اہل نفاق — طعن کرتے دشمن اور اہل شقاق
ہم تو کہتے تھے یہی آغاز سے — ہے یہی مقصود اس پرواز سے
اس لئے تم ایک بھی نص صریح — اس قضیہ میں نہ پاؤگے صحیح
اسقدر اس امر میں کی احتیاط — پیش بینی سے کیا یہ انضباط
ہو کوئی گر ہاشمی نیک ذات — لے نہیں سکتا وہ خیرات و زکات
قاعدہ ایسا نہ گر وہ باندھتے — بھوکے مرتے سبے سالے قوم کے
تھے ارادے جو نبی کے ذہن میں — جانتا تھا ان سے بہتر کون انہیں
تھے وہ دونو رازداران نبی — تھے وہ دونو غمگساران نبی
رہتے تھے ہر دم شریک مشورت — جانتے تھے دین کی وہ مصلحت
پوری پوری کر کے تقلید نبی — نیو پختہ رکھ گئے اسلام کی
جانشینوں نے خطائیں بھی جو کیں — نیو کو صدمہ نہ وہ پہنچا سکیں
اب بھی ہے اسلام کا جو رعب داب — اے خدا رکھ اسکو تا یوم حساب
اب بھی تھراتے ہیں دشمن نام سے — چھیڑ کرتے ڈرتے ہیں اسلام سے
ڈالتے ہیں ہاتھ لیکن روک کر — پاؤں انکے کانپتے ہیں سر بسر
الغرض باقی ہے جو کچھ نام شے — سب طفیل حضرت فاروق ہے

گر یہی ختنین کے ہوتے اصول ڈھیلی پڑتی یوں خلافت کی نہ چول
رکھتے وہ گر اہلیت مد نظر اور نہ کرتے خانداں کی پچ اگر
انمیں بھی ہوتا یہی ایثار اگر ہوتا کیوں اسلام یوں زیر و زبر
تازہ کرتا گر نہ یہ گھر کا فساد عم ہاشم اور ہاشم کا عناد
لگتی کیوں عین جوانی میں نظر ٹوٹتی اسلام کی کیوں یوں کمر
کربلا ہوتی نہ صفین و جمل ہر جگہ توحید کا ہوتا عمل
دو نظیریں ہیں یہ ایسی بے بہا اب بھی گر انکی کریں ہم اقتدا
پردہ ادبار ابھی جائے الٹ جائے فوراً قوم کی کایا پلٹ
جھوٹے مہدی اور مجدد اور شبیل کرتے ہیں اسلام کو خوار و ذلیل
انسے کچھ بنتا نہیں آتا نظر قوم کو درکار ہے اور اک عمر
دشمنوں کے بد نظر آتے ہیں طور چاہیئے اسلام کو فاروق اک اور
جنکا ڈنکا بجتا ہے عالم میں اب ہے یہی انکی ترقی کا سبب
چلتے ہیں وہ سنت شیخین پر رکھہ کر انکے قاعدے پیش نظر
چھوڑ بیٹھے جنکو تم مدت ہوئی ہو اسی دن سے مگر رو بر کمی

حکایت ٨٠

یہ روایت کرتے ہیں عطار سے مرشد حق ہیں جو خوش گفتار سے
لے گیا محمود فرخندہ مقام لوٹ میں ہندوستاں سے اک غلام
ہوگئی اسپر عنایت کی نظر دی جگہ اسکو برابر تخت پر
فوج کا افسر کیا دیوان کیا اور لقب فرزند کا اسکو دیا
رو یا کرتا تہا مگر وہ زار زار آنسوؤں کا ایک لگ جاتا تھا تار

یہ کہا شہ نے کہ اے جان پدر — باعث زاری بتا اخفا نہ کر
دیکھ تو سارے امیر اور کل وزیر — فوج بھی کل اور کل میرے مشیر
دست بستہ آگے تیرے ہیں کھڑے — ہوں ستارے گرد جیسے چاند کے
عرض کی اسنے کہ اے بندہ نواز — ہے تری ہستی پہ کل عالم کو ناز
دل ترا ہے معدن جود و سخا — ہاتھ ہیں بحر کرم کان عطا
خالق بخشندہ و رحمان نے — کوٹکر رحمت بھری دلمیں تیرے
تو ہے عدل و رحم میں ضرب المثل — فتنہ سے ہے ملک تیرا بے خلل
علم کا بھی قدرداں ایسا ہی ہے — بیکسوں پر مہرباں ایسا ہی ہے
بچہ سا جب تھا میں ہندوستان میں — نام سے تیرے ڈراتے تھے ہمیں
ماں خفا ہوتی تو یہ کہتی مجھے — دفع ہو محمود لے جائے تجھے
باپ کو یہ سنکے ہوتا تھا ملال — میری ماں سے کہتا تھا اے بدخصال
کیا زباں ہے کاٹ لوں تیری زباں — رحم کا دل میں نہیں تیرے نشاں
کوسنا کیا اور دنیا میں نہیں — قہر رب محمود ہے کر تو یقیں
اسطرح کرتے تھے جب وہ قیل و قال — دلمیں اپنے میں کیا کرتا خیال
اے خدا کیا چیز یہ محمود ہے — برق ہے فرعون ہے نمرود ہے
نام کے سنتے ہی ہو جاتے کھڑے — ڈر کے مارے جسم پر کل رونگٹے
اب بجائے اسکے کیا ہوں دیکھتا — اک فرشتہ تخت پر بیٹھا ہوا
جب وطن نظروں میں پھر جاتا ہے اب — خواب کا عالم نظر آتا ہے سب
کاش ہوتے یاں میرے ماں اور باپ — منفعل ہوتے وہ دلمیں اپنے آپ

نتیجہ

دست دشمن میں اگر آئے قلم — اچھی ہو تصویر ہے امید کم

حکایت ۱۸

پوچھا اک درویش سے کیوں شاہ جی — کس طرح سے ہے گذرتی زندگی
بولے وہ کیا پوچھتے ہو اسکا حال — حکمرانی کو نہیں جسکی زوال
پوچھنا کیا حال اسکا اے میاں — حسب مطلب جسکے ہو کار جہاں
آسماں دریا ستارے اور ہوا — جسکے کہنے پر چلیں صبح و مسا
آدمی وحشی ملائک اور طیور — ہوں رضا کے جسکی تابع بالضرور
منحصر بالکل ہوں جسکے قصد پر — کاروبار دین و دنیا سر بسر
سنکے سائل نے کہا شک اسمیں کیا — آپ کا رتبہ ہے اس سے بھی سوا
پر ذرا تشریح بھی کر دیجئے — فہم میں تا آئے خاص و عام کے
یہ کہا اس نے کہ ہے سیدھی سی بات — کوئی پیچیدہ نہیں اس میں نکات
جو کوئی یہ مانتا ہو بالیقیں — امر خالق سے کوئی باہر نہیں
پتہ اسکے حکم بن ہلتا نہیں — جبکہ اسکے حکم بن ہلتا نہیں
کر دے اک دم میں نہاں کو وہ عیاں — چاہے جب کر دے فنا پل میں جہاں
صبغۃ اللہ ہو جس کی دوستی — اور خدا کے واسطے ہو دشمنی
جینا ہو تو ہو خدا کے واسطے — مرنا ہو تو ہو خدا کے واسطے
خوف دوزخ اور امید جناں — دل میں اسکے ہو نہ دونوں کا نشاں
بے ریا ایسا اگر ہو آدمی — تابع اسکے کیوں نہ ہو چرخ و زمی
ہو رضا خالق کی اور اسکی جو ایک — ہاتھ میں اسکے ہو سب بد اور نیک
حال کیا ہو اسکا اچھا یا برا — جب نہیں اسکو شکایت اور گلہ

فائدہ

یعنی ہیں مسلم کے یہ لبِ پُر صفا — حکم حق پر جس نے وہی گردن جھکا
ہو گیا راضی رضائے رب پہ جو — ڈال دی دریا میں کشتی ہو سو ہو
پہنچا وہ سالم اگر دریا کے پار — شکر خالق کا کیا اپنے ہزار
ٹوٹی اسکی ناؤ دریا میں اگر — وہ نہ لایا میل دل میں ذرہ بھر
دلمیں ہو مضبوط اسکے یہ یقیں — قادر مطلق برا کرتا نہیں
ہے رضا توحید کے در کی کلید — درحقیقت ہے موحد وہ سعید
ہو کشیدہ تیغ گر بالائے سر — گرد اسکے زر کی ہو بارش اگر
تیغ کا ڈر ہو نہ ہو کچھ زر کی آس — اسکے دل میں ہو نہ امید و ہراس

حکایت ۱۲۰

کہتے ہیں ایک شخص نے اک شخص کے — ٹانٹ پر چانٹا لگایا زور سے
نکلی اک آواز اسمیں سے تڑاق — دی بہت معلوم اسکو ضرب شاق
لینا چاہا اُسنے اپنا انتقام — اور کیا حملہ کا اس نے انتظام
مارنے مرنے کو تھا تیار وہ — کیونکہ تھا دلمیں بہت بیزار وہ
جس نے مارا تھا وہ یہ کہنے لگا — فی الحقیقت ہو گئی مجھ سے خطا
مار کھانے کو تو ہوں حاضر مگر — دے جواب اک بات کا مجھکو اگر
یہ تڑاق آواز جو تو نے سنی — تھی ترے نزدیک یہ کس چیز کی
یہ صدا نکلی تھی میرے ہاتھ سے — یا ہوئی تھی پیدا یہ سر سے ترے
بولا وہ مجھکو تو فرصت اسقدر — درد سے حاصل نہیں اے بیخبر
تا کروں اس بات میں غور کچھ — دل پہ میرے بن رہی ہے اور کچھ
میں نہیں دانا نہ میں ہوں فلسفی — جو کروں تفتیش ان اسبابکی

دے لگا نے جلد جا نٹا اک مجھے ۔ تجھہ کو بھی تا فکر کا موقع ملے
حل کریں گے ملکے دونوں مسئلہ ۔ شیشے دو دینگے بتا حال قضا

حکایت ۸۳

ملک ایراں میں نمائش کے لئے ۔ چند ہندو ایک ہاتھی لے گئے
رکھا اوسکو ایک گھر میں یوں نہاں ۔ تا نہ دیکھے بے دیے سارا جہاں
پارہ زر اونکو جو دینا دہیں ۔ جانے دیتے تھے اُسے ورنہ نہیں
چار شائق آئے اور دیکر قسم ۔ یوں کہا دن میں نہیں آسکتے ہم
ہاتھی اپنا گر دکھا دو اب ہمیں ۔ ہم سے مانگو گے جو وہ دینگے تمہیں
یہ کہا ہندو نے اب دیکھو گے کیا ۔ رات تاریک ابر ہے چھایا ہوا
فیل بھی سردی سے ہوکر نیمجاں ۔ ایک اندھیری کوٹھری میں ہے نہاں
بولے وہ خاموش رہ زائد نہ بول ۔ دیکھہ لینگے ہاتھ سے اُس کو ٹٹول
ایک گیا اندر ٹٹولا ہاتھ سے ۔ ہاتھ اُسکا جا لگا خرطوم کے
دیکھنے اندر گیا جب دوسرا ۔ ہاتھ اُسکا جا کے پاؤں پر لگا
تیسرے کا ہاتھ بالکل بے خبر ۔ جا لگا تھا اتفاقاً کان پر
دیکھنے جب چوتھا شخص اندر گیا ۔ ہاتھ اوسکا اوسکی دُم پر جا لگا
پوچھا ہندو نے کہ کیا دیکھا میاں ۔ کیسا تھا ہاتھی کرو ہر ایک بیاں
یہ کہا اک نے کہ وہ نلکا سا ہے ۔ دوسرے نے یہ کہا پنکھا سا ہے
ایک بولا وہ ستوں ہے نرم سا ۔ دوسرا بولا کہ دُرّہ چرم کا
ایک بولا بولتا ہے جھوٹ کیوں ۔ کون کہتا ہے کہ ہے شکل ستوں
الغرض آپس میں لڑنے وہ لگے ۔ گرم ہو باہم جھگڑنے وہ لگے

ہنستا تھا ہندو کہ ہیں ناداں یہ سب	جہل ہے انکی نزاعوں کا سبب
شمع انکے ہاتھ میں ہوتی اگر	اختلاف ان میں نہ ہوتا بال بھر

فائدہ

کیوں ہے غالب اہل دنیا میں نفاق	کیوں نہیں رکھتے یہ باہم اتفاق
جہل کی ظلمت کا ہے یہ سب فساد	سب کو لڑواتا یہی ہے نامراد
علم کی مشعل اگر ہو جلوہ گر	جیسی جو شے ہے وہی آئے نظر

حکایت ۸۴

حضرت یوسف کا کوئی دوست تھا	بعد ایک مدت کے یوسف سے ملا
کر کے آیا تھا سفر دنیا کا وہ	تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا وہ
بحر اور بر کے عجائب ایک ایک	کر چکا جب سب بیاں وہ مرد نیک
پوچھا یوسف نے یہ اپنے دوست سے	لائے تم کیا ارمغاں میرے لئے
یہ کہا ہر چیز سے تو ہے غنی	تجھ کو ہے پروا بھلا کس چیز کی
قطرہ لاتا کیا۔ میں دریا کیطرف	ذرہ کیا لاتا۔ میں صحرا کیطرف
چیز وہ ثانی نہیں جسکا یہاں	حسن ہے تیرا جہاں میں بے گماں
ہر کوئی اس حسن سے ہے بہرہ ور	حسن کی اپنے نہیں تجھ کو خبر
ایک چیز ایسی میں لایا ہوں عجیب	وہ دکھائیگا تجھے حسن غریب
اور نکالا پھر بغل سے آئینہ	سامنے یوسف کے جب اسکو رکھا
حسن اپنا دیکھکر یوسف گرے	تب زلیخا نے کہا آقا میرے
اب تو میری قدر پہچانے گا تو	عاشقوں کے درد دل کو جانیگا تو
تو کہا کرتا تھا سودائی مجھے	میں نظر آتی تھی دیوانی تجھے

اب پتہ تجھہ کو لگا اے بے خبر — حسن کا ہوتا ہے کیا دل پر اثر

حکایت ۸۵

اک مصور کر رہا تھا اپنا کام — تھا طلسمات اسکی نقاشی کا کام
چیونٹیاں چند پھرتی تھی وہاں — ایک بولی انمیں سے دیکھو تو ہاں
دھار رہا ہے کیا قیامت یہ قلم — یہ مصور ہے کہ ہے مانی رقم
تختہ پہ بکھرے ہوئے ہیں چار سو — نرگس اور سوسن گلاب اور ناز بو
دوسری بولی کہ بہنیا دیکھہ بھی — ہے یہ ساری سحر کاری ہاتھہ کی
ہے قلم بے جان پھرتی ہے اودھر — جسطرف پھرتا ہے یہ اور جبقدر
تیسری نے یہ کہا اے نیک خو — ہاتھہ کو اسکے نہ فاعل جان تو
ہاتھہ ایک آلہ ہے فاعل آدمی — ہے مصور کی یہ سب جادوگری
چوتھی بولی تو بھی کچھہ پہنچی نہیں — عقل تیری بھی نہیں ہے دوربیں
کام یہ اے جان مصور کا ہے کب — کام اسکی عقل کا ہے سب کا سب
پانچویں ان میں جو تھی سب سے بڑی — تیز ہی کر کے آنکھہ بھوں کہنے لگی
بہنو ہے فاعل حقیقت میں خدا — عقل کو بھی جسنے ہے پیدا کیا
جان جاناں یعنی سب جانوں کی جاں — ماں سے بھی ہر جاں پہ بڑھکر مہرباں

فائدہ جبر و قدر

گرچہ کہلاتے ہیں فاعل تو یہ سب — ہے حقیقت فاعل انکا ایک رب
سب برابر بھی نہیں ہے یہ عیاں — ایک سے ایک ہے بڑھکر بے گماں
مختلف ہے مرتبہ ہر ایک کا — یاد رکھو خوب! ہے لغزش کی جا
بعض کہتے ہیں بشر مجبور ہے — مفت یہ مارا گیا معذور ہے

کیا خطا اسکی بھلا چلتی ہے کیا — بے گنہ ہے۔ ہے یہ مامور قضا
بعض کہتے ہیں یہ ہے مختار کل — ہاتھ میں اسکے ہے اپنا عز و ذل
ہے حقیقت میں غلط دونو کلام — اس طرح سمجھے گی تیری عقل خام
اللہ اور عقل آدمی ہاتھ اور قلم — پانچ ہیں یہ۔ نیچے اوپر کر رقم
سب سے جو اول ہے اُسپر غور کر — سب سے جو آخر ہے کر اُسپر نظر
قادر مطلق ہے اللہ قدیر — ہے قلم مجبور مطلق ناگزیر
وسط میں دونوں کے انسان حقیر — کچھ تو ہے مجبور اور کچھ ہے قدیر
جس قدر ہوگا مراتب میں نزول — قدر کم اور جبر میں ہوتا ہے طول
جسقدر ہوگا مدارج میں صعود — جبر ہو کم قدر ہوتی ہے فزود
جبر پر یا قدر پر کچھ منحصر — ہے نہیں ہر وصف پر کر تو نظر
ہیں صفات کلک کم ناقص ہیں سب — کل صفاتِ کاملہ یہ رکھتا ہے رب
آدمی میں ہیں اگرچہ سب صفات — ہیں وہ ناقص کل کے کل اور بے ثبات
ہے جگہ انسان کی جو وسط عین — جبر کے اور قدر کے ہے بین بین
ایک حد خاص تک مختار ہے — اس کے آگے پھر بہت ناچار ہے
اسکی میں دیتا ہوں اک موٹی مثال — غور کر اسمیں نہیں جائے مقال

حکایت ۸۶

مرتضے کے پاس ایک طالب گیا — فکر جبر و قدر میں تھا مبتلا
یہ کہا حضرت کرم فرمائیے — اور مجھے یہ مسئلہ بتلائیے
یہ بشر مجبور یا مختار ہے! — اس میں مضمر یا کوئی اسرار ہے
آپ نے فرمایا میرے سامنے — سرو قد اک لحظہ ہو جاؤ کھڑے

اس نے کی ارشاد کی تعمیل جیست
آپ نے فرمایا - ہاں بالکل درست

اب ذرا تکلیف اتنی کیجئے
تھوڑی سی ایک ٹانگ اونچی کیجئے

ایک پاؤں پر ہوا فوراً کھڑا
اور کچھہ ارشاد؟ وہ کہنے لگا

عرض یہ بھی کی نہایت فخر سے
اختیار اور مقدرت ہے سب مجھے

یوں کہا حضرت نے کیا شک ہے! مگر
دوسری بھی ٹانگ اب کیجے ادھر

کرکے کچھہ کوشش کہا مجبور ہوں
یہ تو ہو سکتا نہیں معذور ہوں

غور کرکے فکر کچھہ اس نے جو کی
سمجھا فوراً جو غرض تھی آپ کی

ہوکے قائل عرض کی اس نے شتاب
آج مجھہ کو ملگیا شافی جواب

نتیجہ

سچ ہے یہ انسان ہے بامقدرت بھی
اور نہیں اس سا کوئی مجبور بھی

حکایت

ایک چور ایک باغ کے اندر گیا
آم کا تھا اک پیڑ اسپر چڑھا

جھڑ جھڑایا اسقدر شاخوں کو سخت
ہو گیا آموں سے خالی کل درخت

اتفاقاً آگیا وہاں باغباں
دیکھہ کر یہ حال پوچھا کیوں میاں

شرم بھی ہے کچھہ - پرائے مال کو
کر رہے ہو اسطرح برباد جو

منہ دکھانا ہے خدا کو یا نہیں
کیا قیامت پر نہیں رکھتے یقیں

بولا وہ یہ باغ ہے ملک خدا
اور میں بندہ خدا کا تجھکو کیا

وہ کہلاتا ہے مجھے کہاتا ہوں میں
حکم اُس کا ہی بجالاتا ہوں میں

جاہلانہ سب ملامت ہے تری
یہ ملامت سب جہالت ہے تیری

سنکے یہ تقریر بولا باغباں
آپ کی منطق تصوف کی ہے جان

دل میں اپنے یہ کہا۔ خانہ خراب — ایسی ہی منطق میں ہیں دونگا جواب
یہ کہا نیچے تو حضرت آئیے — بندہ پر بہی کچھہ کرم فرمائیے
ہے غنیمت آپ کی صحبت بہت — جاہلوں کی ہو گئی کثرت بہت
بعد مدت کے ہے اک صوفی ملا — جس سے یہ نکتہ سنا توحید کا
آپ ہی سے ہوں گی حل سب مشکلات — آپ ہی دکھلائینگے راہ نجات
نیچے جب آیا۔ لیا اس کو پکڑ — ایک رسی سے دیا فوراً جکڑ
پیڑ سے اُس بے خرد کو باندہ کر — مکے مارے خوب اسکے جسم پر
باغباں لاٹہی لگا جب مارنے — گڑگڑا کر یہ کہا مکار نے
کچھہ تو اے ظالم خدا سے شرم کر — مارتا ہے بے گنہ کو اس قدر
ہنس کے بولا باغباں با شعور — دعوی اپنا کیوں بھلا بیٹھے حضور
بندہ کوئی فعل کر سکتا ہے کب — ہونا گر اس فعل کا چاہے نہ رب
کس نے اس لاٹہی کو ہے پیدا کیا؟ — اس کا خالق کون ہے یہ تو بتا
کس نے بازو میں میرے طاقت یہ دی؟ — ہے نشانی یہ خدا کے فضل کی
پشت و پہلو جسپہ یہ پڑتی ہے مار — وہ بہی دونوں ہیں عطائے کردگار
ہے گلہ ناحق تجھے اے بے شعور — حکم ہے حق کا نہیں میرا قصور

نتیجہ

قول ہیں کامل کے حق ہوگا نہاں — ہو بظاہر گرچہ کفر اسمیں عیاں
جو کہا منصور نے بالکل وہی — کہتا تہا فرعون خفتہ بخت بہی
قول تہا اک پر زبانیں مختلف — مدعی تہا اک اور اک معترف
ہوگئی تہی اک زباں حقمیں فنا — دوسری تہی سر سے پاؤں تک انا
بہیجتے رحمت ہیں سب منصور پر — کرتے ہیں فرعون پر لعنت مگر

حکایت ۸۷

ایک شخص آیا رسول اللہ کے پاس
عرض کی یہ اے رسول حق شناس

نفس کے ہاتھوں بہت ہی تنگ ہوں
عار ہی ہوں دنیا کا دین کا ننگ ہوں

ہوں گنہ میں غرق سر سے پاؤں تک
کون ہے عصیاں میں مجھ سا منہمک

عیب کرتے ہو گئی آدھی صدی
جزو سیرت ہو گئی گویا بدی

دست گیری کیجئے ہے وقت کرم
ورنہ جاتا ہے کہلا سارا بھرم

چار مجھ میں عیب ہیں وہ خوفناک
وہ نہ چھوٹیں گے کبھی جز زیر خاک

ہوں میں زانی اور شرابی اور چور
جھوٹ کا بھی ہے مرے دنیا میں شور

یہ کہا بس بول آئندہ نہ جھوٹ
پھر خدا چاہے تو سب جائینگے چھوٹ

عزم ہو مضبوط پر اے نیک خو
توڑتا توبہ پھرے ایسا نہ ہو

عرض کی یوں آپ کے سر کی قسم
اس خدائے پاک و برتر کی قسم

اس زباں کو کاٹ ڈالونگا جبھی
بھول کر بھی جھوٹ گر بولا کبھی

رات کو اُسنے ارادہ جب کیا
کہ پیے پیالہ شراب ناب کا

دل میں سوچا گر نبی مستطاب
پوچھ بیٹھے کل تو کیا دوں گا جواب

گر کہوں گا یہ کہ پی میں نے شراب
مجھ پہ حد جاری کرینگے وہ شتاب

گر کیا انکار تو ہوگا یہ جھوٹ
آج ہی جائیگی توبہ میری ٹوٹ

توبہ کی اس نے باخلاص تمام
توڑ ڈالے سب خم و مینا و جام

دوسرے دن جب کیا عادت نے تنگ
تھا زنا کرنے کو وہ بے نام و ننگ

دل میں اسکے پھر بھی گذرا خیال
اور دیا اسنے ارادہ اپنا ٹال

تیسرے دن قصد چوری کا کیا
پھر وہی اندیشہ دل میں آگیا

الغرض اُسکے گئے سب عیب چھوٹ	کیونکہ اسنے ترک کر ڈالا تھا جھوٹ
ایکدن جب حاضر خدمت وہ تھا	پائے اقدس پر نبی کے گر پڑا
اور کہا حضرت فقط سچ کے طفیل	جانب عصیاں رہا مجھ کو نہ میل

حکایت ۸۹

اسقدر آقا کو لقماں تھا عزیز	بے دے اسکو۔ نہ چکھتا کوئی چیز
سامنے آتی کوئی کھانے کی شے	پوچھتا فوراً کہاں لقماں ہے
وہ نہ ہوتا اس کو بلواتا جبھی	اسکے بے کھلائے نہ کھاتا وہ کبھی
یہ کہا کرتا تھا فخراً بارہا	ہوں الش خورہ میں اس لقمان کا
ایک دن ایک خربزہ سوغات میں	کوئی لایا اسکو لے کر ہاتھ میں
اسنے پہلی قاش جب لقماں کو دی	بعد اسکے دوسری اور تیسری
خربزہ کو کاٹ کر قاش ایک ایک	دیتا لقماں کو گیا وہ مرد نیک
جب رہی ایک قاش تو کھایا اُسے	منہ سے باہر چکھتے ہی لایا اسے
اسقدر تھا تلخ و تند اس کا مزہ	آبلہ اس کی زباں پر پڑ گیا
یہ کہا لقمان سے اے آقا کی جان	زہر تو کھاتا رہا اے مہربان
یہ تجھے کہنا تھا لازم۔ نیک خو	تلخ ہے یہ زہر ہے مجھ کو نہ دو
عرض کی لقمان نے شرم آئی مجھے	قاش کی تلخی سے میں روکوں تجھے
ہاتھ سے تیرے ہزاروں نعمتیں	کھائی ہیں اس منہ سے اور اس پیٹ میں
نامنا سب تھا کہ یہ کہتا تجھے	تلخ ہے یہ قاش تو مجھ کو نہ دے

نتیجہ

ہے بہت ہی سخت اس احساں کی قید	پر نہ رکھ محسن کشوں سے کچھ امید

حکایت ۱۹

ایک عورت جنتی تھی ہر ایک سال
بچہ جب ہوتا کوئی دو ماہ کا
سولہ بچے اس طرح جب مر گئے
ایک دن عورت نے کھینچی ایک آہ
ایسی کیا تقصیر اس لونڈی نے کی
آرزو کا نخل جب لاتا ہے بار
میں نے کھلتا ایک بھی دیکھا نہ پھول
اک بنا دیکھا نہ دیکھی اک بنی
کہتی تھی یہ اور ٹپ ٹپ آنکھ سے
روتے روتے سو گئی وہ گل بدن
ہے چمن ایسا شگفتہ پر بہار
اُس چمن کے درمیاں تھا اک محل
اس محل پر نام اس عورت کا تھا
بچے اوسکے سب کے سب موجود تھے
بولا رضوان تو خدا کا شکر کر

رہتا تھا زندہ نہ کوئی نونہال
دفعتاً ہوتا تلف جیتا نہ تھا
گود سے ماں کی خدا کے گھر گئے
اور کہا تیری دہائی یا الٰہ
دس مہینے ہے امید و جان کنی
دو مہینہ دیکھتی ہوں گل بہار
غم کی آئے دن میرے لگتی ہے ہول
جی میں ہے ہیرے کی کھا جاؤں کنی
اشک تھے اُسکے زمیں پر گر رہے
دیکھتی ہے خواب میں ہے اک چمن
باغ ہوں دنیا کے جس پر سب نثار
نقشہ جس کا تھا نہایت بے مثل
موٹے حرفوں میں سیاہی سے لکھا
اسکی جانب کھل کھلا کر سب بڑھے
صبر کا تجھہ کو ملا ہے یہ ثمر

فائدہ

باغ سے جنت کی ہے ایسی مثال
شمع جیسے نور خالق کی مثال

مثل دونوں کے نہیں یاں کوئی شے
ورنہ سمجھانے کا تیرے ڈھنگ ہے

حکایت ۹۱

تھا عمامہ ایک واعظ کا بڑا — ایک چھوٹا سا وہ گویا برج تھا
چیتھڑے رومال میں کمخاب کے — تھے کسی استاد درزی نے بھرے
سچ اگر پوچھو نہ تھا پیسے کا مال — ظاہری تھی ٹیپ ٹاپ اُس کی کمال
خوشنما ظاہر میں جیسے ہو بہشت — پر منافق کی طرح اندر سے زشت
ایک طلسم کیردہ دستار تھی — تھی رعونت سر بسر اسمیں بھری
ایک دن کا ذکر ہے وقت سحر — ایک کوچہ سے ہوا اس کا گذر
تھا اچکا اک کھڑا واں گھات میں — مثل نابینا کے لاٹھی ہات میں
وہ جھپٹا مار کر دستار کو — لے اڑا اور ہو لیا بازار کو
اس خوشی سے جا رہا تھا دوڑ کر — لگ گئی ہو ہاتھ جیسے کانِ زر
دی اُسے آواز واعظ نے ! عزیز — کھول کر تو دیکھ اسے کیا ہے یہ چیز
کھول کر تو دیکھ ہے کتنے کا مال — پھر بھی تو رکھے تو ہے تجھکو حلال
اس کو کھولا سنکے یہ عیار نے — دھجیاں اور چیتھڑے گرنے لگے
ہاتھ میں آخر کو اُسکے رہ گیا — اک پرانا پارچہ کمخاب کا
اس کو دے مارا زمیں پر زور سے — اور کہا دھوکہ تو دینا چھوڑ دے
ٹھگنا یوں پھرتا ہے ایماں خلق کا — لے مبارک تجھکو ہو یہ چیتھڑا
واعظا تیرا یہی گر حال ہے — تو تو ہم سب کا گرو گھنٹال ہے

نتیجہ

چند روزہ ہے شمع کی جلا
دائمی ہے رونق و رنگ طلا

حکایت ۹۲

نقل ہے یہ ابن ادہم شاہ دیں — بلخ میں تھے صاحب تاج و نگیں
تھے مگر باطن میں وہ صاحب کمال — شاہ ملک فقیر اہل حال و قال
ایک دن بیٹھے تھے چھت پر قصر کی — ذکر کرتے کرتے آنکھہ انکی لگی
دیکھتے ہیں خواب میں وہ ناگہاں — پھر رہے ہیں چھت پر انکی ساربان
"کوئی کہتا تھا کہ دیکھو اس طرف" — "کوئی کہتا تھا ہوا شاید تلف"
"کوئی کہتا تھا میاں آؤ ادہر" — "یہہ نشاں پاتو آتے ہیں نظر"
بہاگتے پھرتے تھے دہم دہم یوں گنوار — دوڑتے میداں میں ہوں جیسے سوار
بادشہ نے اپنے دل میں یوں کہا — کون ہیں یہ لوگ یاں کرتے ہیں کیا
کسطرح سے یاں ہوا ان کا گذر — ہے عجب یہ ماجرائے پرخطر
دل کو اپنے سخت کرکے پھر کہا — کیوں میاں تم اسجگہ کرتے ہو کیا
ایک بولا تہا ہمارا ایک اونٹ — وہ چنے کے کہیت میں چرتا تھا بونٹ
ہوگیا آوارہ وہ اس کہیت سے — دہوندہتے پھرتے ہیں ہم ہر جا اُسے
ڈہونڈہتے ہیں گم شدہ اپنا شتر — اور حرام ہم پر ہوا ہے خواب و خور
شہ نے فرمایا کہ کیا سوتے ہو تم — محنت اپنی رائیگاں کھوتے ہو تم
آدمی ہو چاہئے کچھہ تو تمیز — اونٹ کا کیا کام چھت پر اے عزیز
ایکنے انمیں سے جو تھا کچھہ ذکی — دست بستہ شاہ سے یہ عرض کی
یہ بجا ہے ہم تو ہیں سب باؤلے — منہ گریباں میں بھی اپنے ڈالئے
تخت پر بھی ہے کہیں ملتا خدا — ڈہونڈیئے عزلت میں اپنا مدعا
چونکہ اُٹھے خواب سے سنکر یہ شاہ — تخت چھوڑا اور لی جنگل کی راہ

نتیجہ

چاہیئے تجھکو خدا گر اے رفیق — چھوڑ دے دنیا کو یہ ہے اک طریق
دو نو ملجائیں۔ تمنا ہے یہ۔ گر — یہ خیال خام دل سے دور کر

حکایت ۹۳

کہتے ہیں تھا گبر اک بسطام میں — عارف بسطام کے ایام میں
اک مسلمان سے تھی اس کی دوستی — کوئی بات اسلام کی جسمیں نہ تھی
ایک دن اُسنے کہا یہ گبر سے — کیوں نہیں ڈرتا عذاب قبر سے
دیگا ظالم تو خدا کو کیا جواب — کیوں نہیں ایمان لے آتا شتاب
آگ کو کیوں پوجتا ہے بے خرد — آگ کیا دے گی تجھے اُسدم مدد
ہوگا مشرک سے نہ جب کچھ بھی سوال — حکم ہوگا آگ میں دو اسکو ڈال
آگ کو ہوتی نہیں بالکل تمیز — اسکو سب یکساں ہیں دشمن اور عزیز
معتقد پوجے جو اُسکو سو برس — وہ جلا دے گی اسے بھی مثل خس
گو کرے اسکی خوشامد کوئی لاکھہ — اسکو بھی کردے گی آخر کار راکھہ
اس خدائے پاک پر ایمان لا — آگ کو بھی جسنے ہے پیدا کیا
شرک سے گندی نہیں دنیا میں چیز — چھوڑ دے تو شرک کو اے بے تمیز
یہ جواب اسنے دیا اسلام کے — دو نمونے اب ہیں میرے سامنے
ایک تو اسلام شیخ بایزید — ہے زمانہ میں جو یکتا اور فرید
تاب وطاقت اُسکی میں رکھتا نہیں — اُسکا سا مشکل ہے ایمان ویقیں
ایسے تو اسلام کا ہوں میں غلام — پر نہیں وہ ہر کس و ناکس کا کام
اور ہے اسلام تیرا دوسرا — ایسے مومن سے تو میں کافر بھلا

دل پہ میں اسلام کی پاتا ہوں گر ‏ ‏ ‏ بھاگتا ہوں دور تجھکو دیکھ کر

نتیجہ

ہر کسی کو دعوئے اسلام ہے ‏ ‏ ‏ پر مسلمان ہونا مشکل کام ہے

حکایت ۹۴

حضرت عیسے کہ ہو ان پر سلام ‏ ‏ ‏ کر رہے تھے وعظ اکدن وقت شام
لفظ تھا ہر ایک وہ تاثیر دار ‏ ‏ ‏ دل کے جو فی الفور ہوجاتا تھا پار
ایک سفلہ بھی کہیں وہاں تھا کھڑا ‏ ‏ ‏ وعظ عیسے کا سنا کہنے لگا
جھوٹ ہے سب مکر کا یہ جال ہے ‏ ‏ ‏ حال ذرہ بھر نہیں سب قال ہے
دم طریقت کا عبث بھرتا ہے یہ ‏ ‏ ‏ خلق کو بدراہ کیوں کرتا ہے یہ
ہے نسب کا بھی اسے اپنے پتا ‏ ‏ ‏ باپ اس کا کون تھا دے تو بتا
اسکا گھر در ہے نہ پلے مال ہے ‏ ‏ ‏ پھرتا رہتا یوں ہی خستہ حال ہے
اسکو غیرت ہے نہ پاس ابرو ‏ ‏ ‏ جھلا ہے بے شرم ہے اور تند خو
ماں کی خدمت کی اسے پرواہ نہیں ‏ ‏ ‏ گویا بیٹا اسکا یہ اصلا نہیں
ہے کبھی کہتا شریعت پر چلو ‏ ‏ ‏ سبت کے دن کام کوئی مت کرو
ہیں یہ جب تک قایم افلاک وزمیں ‏ ‏ ‏ شوشہ اک توریت کا مٹتا نہیں
اور کبھی کہتا ہے یہ اے دوستو ‏ ‏ ‏ جو تمہارے دل میں آئے وہ کرو
کاہیں کا روزہ بھلا کیسی نماز ‏ ‏ ‏ ایسی باتوں سے خدا ہے بے نیاز
کیا رکھا ہے شرع اور تورات میں ‏ ‏ ‏ کیوں بھلا پھنستے ہو تم آفات میں
بادشاہت کی کبھی کرتا ہے چاہ ‏ ‏ ‏ گو کہ ہے قلاش مفلس بے پناہ
کہتا ہے میں ہوں شہنشاہ یہود ‏ ‏ ‏ ہے غنیمت قوم میں میرا وجود

میں غلامی سے نکالوں گا انہیں — میں ہی آخر کو سنبھالونگا انہیں
خوف سے قیصر کے کہتا ہے کبھی — فرض ہے قیصر کی بھی فرماں بری
باوشاہت آسمانی ہے مری — حاکموں کو دو خراج قیصری
لاابالی ہے غرض سارا کلام — کچھ نہیں سنجیدگی کا اسمیں نام
کچھ نہیں اسکے چلن کا اعتبار — یہ کہیں زاہد کہیں ہے بادہ خوار
کوئی بھی اشراف ہے اسکا رفیق — ایک بھی انمیں نہیں اہل طریق
سب یہ جاہل ہیں انہیں تمیز کیا — اسنے دس بارہ لئے الّو پھنسا
کوئی مچھوا اور دھوبی ہے کوئی — ہے جولاہہ کوئی اور تیلی کوئی
سنکے یہ تقریر اُسکی ناصواب — یہ دیا عیسیٰ نے چپکے سے جواب
تجھہ پہ ہو رحمت خدا کی اے اخی — میرے عیبوں کی خبر تجھہ کو ملی
یہ دعائیں دیتے تھے۔ وہ گالیاں — کچھ عجب بیہودہ تھا وہ بدزباں
تھک کے آخر چلدیا وہ بے ادب — ایک حواری نے کہا عیسیٰ سے جب
اُسکی جانب سے یہ سختی اور جفا — تیری جانب سے یہ نرمی اور دعا
چاہیے ترکی بہ ترکی تھا جواب — چڑھتے ہیں سر یونہی یہ خانہ خراب
آپ نے فرمایا میں ناچار ہوں — مجھہ پہ ہے سب کچھ عیاں پر کیا کروں
طبع میں میری ہے رحمت کا خمیر — مہربانی کا ہوں میں مہر منیر
ابر جو رحمت کا ہو اسمیں بتا — آتش غیظ و غضب کا کام کیا

نتیجہ

نیک سے نیکی ہو اور بد سے بدی — ظرف میں جو ہو گا چھلکے گا وہی

حکایت ۹۵

ایک رات آرام میں تھے مصطفےٰ ۔ حکم یہ جبریل کو حق کا ہوا
نیند سے بندہ میرا مجبور ہے ۔ نشۂ غفلت سے یہ مخمور ہے
جا کے سہلا اُسکے تلوے بیٹھ کر ۔ کان میں پھر یہ ادب سے عرض کر
اے محمد خواب شیریں میں نہ کھو ۔ وقت اپنا قیمتی۔ بیدار ہو
تجھ کو کیا نسبت بھلا اس خواب سے ۔ کر ادا اٹھ کر نماز آداب سے
بندہ کو زیبا ہے سرافگندگی ۔ بندہ کو شایاں ہے بالکل بندگی
تو گیا ہے زہد و طاعت کے لئے ۔ کب تجھے بھیجا ہے راحت کے لئے
رکھ زمیں پر عجز سے اپنی جبیں ۔ بھاگے جو طاعت سے وہ بندہ نہیں
تاکہ امت کا تو ہو پشت و پناہ ۔ بخشش انکی مانگ بازاری و آہ
ہم اگر لے بیٹھے امت کا حساب ۔ ہوگا ہر اک مستحقِ صد عذاب
آوٗں اک لحظ اگر انصاف پر ۔ دوں تری امت سے کل دوزخ کو بھر
آیۂ رحمت ہے تو میرے حبیب ۔ شافع امت ہے تو میرے حبیب
رحمت عالم ہے تو پیارے رسول ۔ عجز سے کر تو دعا ہوگی قبول
اے محمد ہم نہیں کرتے پسند ۔ یہ کہ پہنچے تیری امت کو گزند
استراحت کی نہ جانب میں کر ۔ بہر امت کر دعا اب تا سحر
بخشوانا اسکا ہے گر مدعا ۔ آپ امت کے لئے زحمت اٹھا
جب سنے الفاظ امت اور عذاب ۔ اور اس کے ساتھ ہیں لفظ حساب
ہوگیا منہ مصطفےٰ کا ڈر سے زرد ۔ دل سے ان کے ایک نکلی آہ سرد
غار کی جانب ہوئے فوراً رواں ۔ گر پڑے سجدہ میں اور زاری کناں
عرض کی اے میرے ستار و غفور ۔ در پہ حاضر آ ہوا ہے پر قصور
در پہ حاضر ہے ترے اے ذوالجلال ۔ بندہ افسردہ دل آشفتہ حال

در پہ حاضر ہے تیرے در کا گدا — در پہ حاضر ہے غلام با وفا
جب تک اس امت کے میری تو گناہ — اپنی رحمت سے نہ بخشیگا الہ
گھر کو واپس میں نہ جاؤں گا کبھی — سر نہ سجدہ سے اٹھاؤں گا کبھی

مُنَاجَات

اے خدا پشت و پناہ بیکساں — اے خدائے خالق کون و مکاں
ہے تیری محتاج مخلوقات کل — ہاتھ میں تیرے ہے سب کا عز و ذُل
جس کو بخشا تو نے عزت کا لقب — خوار اسکو کوئی کر سکتا ہے کب
ہے سراسر مہربانی یہہ تری — اسقدر عزت مجھے دنیا میں دی
آگے بھی تیرے کرم سے ہے امید — عاقبت میں بھی رکھیگا رو سپید
نفس امارہ کا ہے میرے قصور — جہل سے بھٹکا پھرا میں تجھہ سے دور
در کو تیرے چھوڑ کر در در پھرا — بیدق شطرنج سا گھر گھر پھرا
میں رہا آلودہ عصیاں مدام — ہو سکا مجھہ سے نہ کوئی نیک کام
جب نہ کوئی کام اچھا بن پڑا — اسلیئے لایا ہوں تحفہ عجز کا
کہہ گیا ہے ہم سے یہ تیرا رسول — عجز کا تحفہ ہے تیرے ہاں قبول
ہے مجھے امید اے رب قدیر — رد نہ ہوگا تحفہ یہ ہے گو حقیر
اپنے عارف کو تو اے پروردگار — سامنے سب کے نہ کرنا شرمسار
عدل کی میزان میں از روئے عطا — پلڑا اوے اعمال کا اس کے جھکا
تا کہ دیکھیں جنکو ہے طاعت پہ ناز — کسقدر مقبول ہیں عجز و نیاز

تاریخ تصنیف

نیست در گوشش دل اہل نظر — ہیچ زیور بہ از یں سلک دُرر
سال تاریخش بجستم چون ز غیب — گفت ہاتف اے خوشا عقد گہر

۱۳۰۶

غلط نامہ

مہربانی فرماکر پڑہنے سے پہلے اس کتاب کی غلطیونکی تصحیح فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
سرورق	۵	جسمیں	۰	۱۱	۵	نباہ ہو	بنا ہو	۲۴	۹	بجائی	بچالی	۳۲	۱۶	انگریزوں	انگریزی
۲	۳	راہ	رہ	۱۳	۳	اوسکے	پیچھے	۲۵	۸	کہیں	وہیں	″	″	ہیں ہمیشہ و	آئے ہیں و انا
۲	۱۸	کام	نام	″	۱۷	کرکر	کرکے	″	۱۱	اوس	اسکو	۳۴	۲۱	کہ	ہیں
۲	۱۶	فدا سے	فدائی	۱۲	۱۸	رنج سے	رنج سے یا	۲۶	۴	رمتا	رمتہ	۳۵	۱۸	کرکے	کرکہ
۳	۶	سوزش	ہوز	″	۲۰	بند	گم	۲۷	۳	دیگا	دیگی	۳۶	۹	بادیہ کے بھی	[illegible] صحرا کے
۴	۱	اسکو	جنکو	۱۵	۵	اٹھو	اٹھے	″	۱۱	دالوں	ڈالوں	″	۱۲	چلدیا	چل دیا
″	۱۳	سے دلی	دل	″	۱۹	نو	تو	″	۱۲	گہروہ	گہرجب	″	۲۰	آیا بتا	آتا ہوا
۵	۱۷	ہو مولانا	مولانا	۱۶	۱۳	میری	میرے	″	۱۸	پیغام	پیام	۳۸	۶	باکمال	بدمآل
۶	۵	شب	لب	″	۱۶	تو ہے	تو	۲۸	۲۰	زبایہ گر	زیادہ	۴۰	۶	رحمتنے	رحمتسے
۷	۱	سر	بر	۱۷	۱	تو ڈہونڈہا	میں جاکر	″	۲۱	دہوئے	دہوالے	″	۱۳	دیا	دریا
۸	۹	برہنا	برہنہ	۲۰	۳	کیجیے	کیجے	۲۹	۵	کبھی	نہیں	۴۱	۲۰	کو	لو
″	۱۵	پلاؤں	پلاؤ	″	۸	ہوا	ہو	″	″	نہیں	کبھی	۴۲	۱۰	اودکی	رودکی
″	۱۸	کررہا	کہہ رہا	″	۱۳	پنی	اپنی	۳۰	۱۰	جبہی	جبہی	۴۳	۱	سودے	سودا
۸	۴	نہ ناک	اور ناک	″	۱۸	جب	کل	″	۱۶	ہے	ہیں	″	۲	جیسکی	جنکی
۹	۱۱	پھر	تب	۲۱	۲۰	ہیں	ہی	۳۱	۶	توبہ	توبہ	۴۴	۵	مجوب	محبوب
″	۱۲	نعمہ	نغمہ	۲۳	۱۸	کیجیے	کیجے	″	۸	یہ دکھہ	کہہ دیا	۴۵	۱۳	بازار	سرکار
۱۰	۳	میرے	میری	۲۴	۸	اسکی	اسکے	۳۲	۲	دادہش	دادودہش	۴۶	۱۰	صاف	صاف اور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶	۱۴	اسکے	اسنے	۷۵	۱۳	گئی	کئی	۸۸	۱۱	گو	ہیا	۱۲۳	۹	گرتے	گرنے
۴۹	۱	زند	رند	۷۶	۳	اپنے	اسے	〃	۱۴	سپہرا	سپیرا	〃	〃	ہیں	ہیں
〃	۱۴	جہاگئی	جہاگئی	〃	۴	جور	چور	۸۹	۱۱	جانتاہے	دیکھتاہی	〃	〃	نہ	نکر
۵۱	۷	اوسکے	اوسکی	〃	〃	سلطان	شیطان	۹۲	۱۵	تو	تر	۱۲۴	۱۰	اگراسکا	اگرگسیگا
۵۴	۵	نے پکارا	پکارا	〃	۱۷	سوز	شور	۹۴	۷	ایگ	اک	۱۲۵	۱۱	یہاں	زبان
〃	۷	روزن	سوزن	۷۷	۳	کہکی	کبہی	۹۵	۱	جب	میرے	۱۲۷	۷	غورکر	یہ لڑ
〃	۹	فنون	فرزدن	〃	۱۵	ٹکرا	ٹکڑا	〃	۱۲	چہوڑے	چہوڑی	۱۲۹	۹	بادشاد	پادشا
۵۲	۱۹	سے	نے	۷۸	۵	وہ	دو	〃	〃	ہوئے	ہوئی	۱۳۲	۱۶	شکریہ کرکے	کرکے شکر اسکا
۵۱	۱۱	دوڑتا	دوڑتا اور	۷۹	۷	آدمیوں	رومیوں	۹۷	۹	بازرغ	مازاغ	۱۳۴	۱۳	روشناہی	روستائی
۵۴	۶	اسنے	یہ	۸۰	۹	اپنی	اسنے	۱۰۰	۸	بہی	بہی پر	۱۳۸	۱۱	پرواہ	پروا
۵۷	۲	چلے	ملے	۸۱	۱۴	دے	لے	۱۰۳	۹	جب ہوتی	جو ہوتی	۱۴۰	۱۲	رسالے	تپانے
۵۹	۵	حماقت	مصیبت	〃	۱۶	دانہ	حجکواور	۱۰۷	۹	طاش	طاس	۱۴۱	۶	اسپ گر	دونودانا
〃	۸	سلطان	شیطان	〃	۷	اسکا	میرا	۱۱۰	۶	گر	گر	〃	〃	فتتین	اسپہ گر
۶۰	۱۷	بہر	پہر	۸۳	۲	ہے وہ دیں	بعض اوقات	〃	۱۷	آئی	آتی	۱۴۱	۶	چپل	جل
۶۸	۴	پیشگی	نیکی	〃	۴	تنفیس	تنیس	۱۱۱	۱۹	کافی یہ تعلیم	بس یہی کافی	۱۴۸	۸	کاملہ یا	کاملہ
۷۰	۲	خانقاہ	خانقہ	〃	۷	ڈرسے	ڈر	〃	〃	اوس	عورت	۱۵۰	۱۶	چناں	عیاں
〃	۲۰	یوں	نموں	〃	۱۷	کلشن	گلشن	۱۱۲	۱۴	ہوتے	ہوتے تھے	۱۵۱	۱۲	کہ	وہ
۷۱	۵	تپتا	بتپا	۸۴	۵	خس	خس	۱۱۴	۱۶	رادرزم	اورزم	〃	〃	بولا	بولوں
〃	۱۴	کچھ	تھے	〃	۹	دیکھتی	دیکھی	۱۱۷	۷	پہرگہر	گہرپہر	۱۵۴	۵	کبیر	رکبر
〃	۰	خانقاہ	خانقہ	〃	۱۸	راگ	سرود	۱۱۸	۱۶	بہی دے	جاکر	〃	۱۷	شمع	لمع
۷۲	۵	مطرت	مطرب	۸۵	۶	ہمارا پایا	ہمارے لے	۱۲۰	۵	گریہ	اور	۱۵۵	۱۲	دہوند	ڈہونڈ
〃	۸	پہ	ہر	۸۶	۱	بعضے	بعض	۱۲۱	۱۴	یہ گیا	یہ گہسا	۱۵۷	۱۴	تمہارا	تمہارے
۷۳	۸	ہارا	یارا	〃	۱۰	چاندنا	چاننا	۱۲۲	۳	محسود	محمود	۱۶۰	۴	خد	خدا
〃	۱۷	لائیں نہ ہم	لائے نہ تو	〃	〃	غوز	غور	〃	۷	خزانہ	خزانے	〃	〃	خدائے	خدالے
۷۵	۹	تیری	تری	۸۸	۱۱	سب	گو	〃	۸	رات	صبح				

عجائب الاسفار

یعنی

شیخ ابن بطوطہ وہ سفرنامہ جو ۱۸۹۸ء میں دارالاشاعت پنجاب سے شائع ہو کر نہایت مقبول ہوا تھا۔ اب دوبارہ نہایت اعلیٰ کتابت وطباعت کیساتھ بہ اجازت جناب مصنف۔ خان بہادر پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب سشن جج پنشنر۔ ہم شائع کرتے ہیں یہ سفرنامہ جناب موصوف نے اصل عربی سے ترجمہ کرکے اور نہایت بیش بہا حواشی سے اسکو مزین کیا ہے اور اصل کتاب کو جو تاریخی نقطہ نظر سے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے چار چاند لگائے ہیں ضخامت تقریبًا ۵۳۲ صفحے قیمت تین روپیہ (۳ر)

قصیدہ بردہ شریف

عربی معہ ترجمہ منظوم فارسی اور اردو مترجمہ خان بہادر پیرزادہ محمد حسین خان صاحب ایم۔ اے۔ پنشنر سشن جج قیمت چھ آنہ ۶ر

ملنے کا پتہ

شیخ نذیر حسین شریف حسین تاجر کتب محلہ گڑھیا جامع مسجد

دھلی